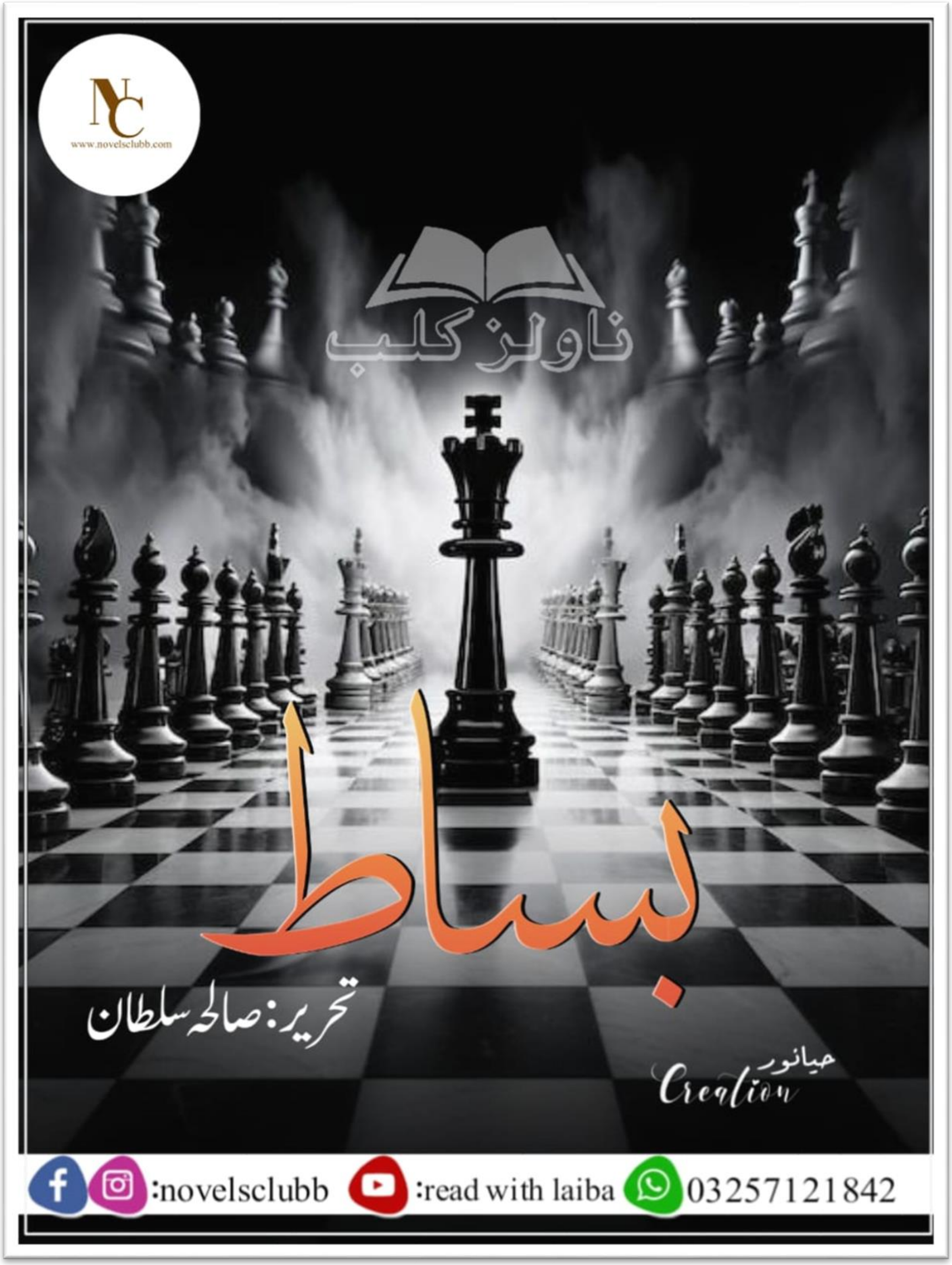
ناولز کلب
بساط
تحریر: صالحہ سلطان
حیانور
Creation
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

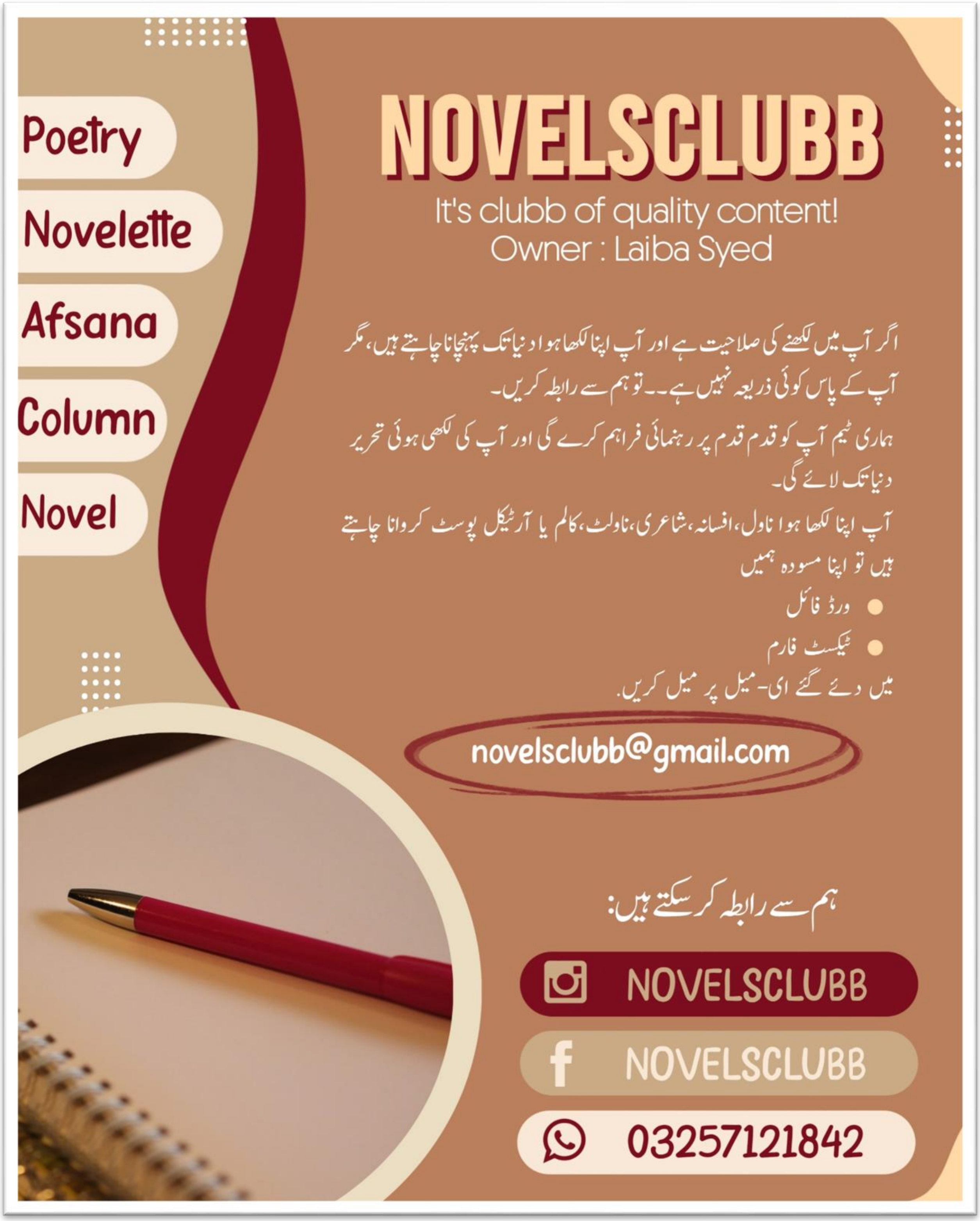
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بساط

از قلم

صالحہ سلطان

www.novelsclubb.com

قسط نمبر: ۳

اس کا دل کسی انجانے خوف کی وجہ سے زور سے دھڑک رہا تھا۔ہیڈ لائٹ کی روشنی میں اس نے اس کا چہرہ دیکھنا چاہا۔مدیحہ کی پیشانی سے خون کی ایک لمبی لکیر بہہ رہی تھی۔اس نے دو تین بار اسے ہوش میں لے آنے کی کوشش کی مگر بے سود۔اس نے آس پاس مدد طلب نظروں سے دیکھا۔کوئی ذی روح اسے نظر نہ آئی۔اس سے لاکھ اختلاف صحیح مگر اس حالت میں اس وقت وہ اسے تنہا نہیں چھوڑ کر جا سکتا تھا۔مجبوراً اسے اس نے گود میں اٹھایا پھر گاڑی میں احتیاط سے بٹھا دیا۔

اس کی نظر پہلی بار مدیحہ کے ننگے پاؤں پہ گئی۔اس نے غور سے دیکھا کانچ کا ایک بڑا ٹکڑا اس کے پاؤں میں گہرائی تک پیوست ہو چکا تھا۔اس کے پاؤں سے نکلتا خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔وہ اگر

اسے ہاتھ لگاتا تو زخم خراب بھی ہو سکتا تھا۔ہاتھ میں پیوست ٹوٹی ہوئی چوڑی کے ٹکڑے کو اس نے احتیاط سے نکالا۔اس نے ٹٹول کر جیب سے رومال نکالا پھر کس کر اس کے ہاتھ پہ لپیٹ دیا۔

لمحے بھر کو اس نے سوچا گاڑی میں رکھے فرسٹ ایڈ سے اس کے زخم صاف کر کے کوئی مرحم لگا دے مگر اس کے باقی کے زخم کافی گہرے تھے۔جنہیں جلد از جلد ٹریٹمنٹ کی ضرورت تھی۔اس نے برستی بارش کو دیکھا۔جس طرح سے وہ زور پکڑتی جا رہا تھی۔عین ممکن تھا سڑک پانی سے بھر جاتی پھر یہاں سے نکلنا خاصا مشکل ہو جاتا۔

اسے فیصلہ کرنے میں بس ایک لمحہ لگا۔وہ تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پہ آیا۔رش ڈرائیونگ کرتے وہ کسی ہاسپٹل یا معمولی سی ہی کلینک کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔بالآخر اسے ایک پرائیویٹ ہاسپٹل نظر آیا۔احتیاط سے اس نے اسے باہوں میں اٹھا کر وہ اندر لے گیا۔مگر اندر جانے سے پہلے گاڑی میں موجود پستول رکھنا نہیں بھولا۔پتہ نہیں کیوں!

"وی آر سوری سر لیکن یہ پولیس کیس ہے۔"اس کی حالت دیکھ کر ڈاکٹرز پولیس کو ملوث کرنا چاہتے تھے۔کبیر نے احتیاط سے اسے اسٹریچر پہ لٹایا پھر بہت ضبط سے ان کی طرف گھوما۔

"نہ میں کہیں جا رہا ہوں نہ آپ۔ یہ ساری نوٹنکی بعد میں بھی ہو سکتی ہے ابھی اس کو ٹریٹمنٹ کی ضرورت پولیس کو شامل کرنے سے زیادہ ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اس کا ٹریٹمنٹ شروع کریں اور اگر اگلے دو منٹ میں اس کا ٹریٹمنٹ نہ شروع ہوا تو میں اس پورے ہاسپٹل کو ایک پولیس کیس میں بدل دوں گا۔" ان میں سے ایک ڈاکٹر اسے پہچان گیا تھا۔ وہ گارڈز کی فوج میں چلنے والے سوٹ بوٹ والے کبیر مراد سے بالکل مختلف لگ رہا تھا۔ کسی کو بھی اسے پہچاننے میں مشکل ہو سکتی تھی۔ وہ فوراً آگے آیا۔

"آپ بھی بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں کبیر صاحب۔ ان باتوں پہ دھیان مت دیجیے۔ ایمرجنسی وارڈ میں شفٹ کرواؤ نہیں۔" آخر میں اس نے وارڈ بوائے سے کہا۔

"آپ اپنے اثر ورسوخ سے ہمارے رول نہیں بدل سکتے۔" دوبارہ اس لیڈی ڈاکٹر کو جوش آیا۔

کبیر نے ایک گہری سانس لے کر اپنے اندر اٹھتے غصے کو دبایا۔

"ایک ڈاکٹر کا پہلا رول ہمیشہ ایک پیشنٹ کی جان بچانا ہونا چاہیے۔" اس نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔ وہ دوسرا ڈاکٹر تھوڑا گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا یہ سرپھرا آدمی ایک بار مارنا

www.novelsclubb.com

شروع کر دے تو اپنا ہاتھ نہیں روکتا تھا۔اس نے جلدی سے بات سنبھالتے ہوے مدیحہ کو شفٹ کیا۔کبیر مراد اگر نرمی سے بات کر رہا تھا تو غنیمت تھی۔اسے غصہ کرتے ہوئے بہت کم لوگوں نے دیکھا تھا اور یہ ڈاکٹر ان ہی کم لوگوں میں سے ایک تھا۔

ہاسپٹل کے کوریڈور میں سینے پہ بازو لپیٹے وہ ایک کونے میں کھڑا تھا۔گیلے بال پیشانی پہ لپٹے تھے۔سفید شرٹ بھیگ کر بری طرح اس کے جسم سے چپک گئی تھی۔اس کی فٹنس بتا رہی تھی ،وہ اپنے دن کا زیادہ حصہ جم میں بتاتا ہے۔

بجائے اس کے لیے پریشان ہونے کے وہ پیشانی پہ بل ڈالے یہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ہوش میں ہوتی تو میری اس ایکونومی والی بات کا کیا جواب دیتی؟ایک مدھم مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔اس کے پاس سے گزرتی نرس نے اسے حیرت سے دیکھا۔ابھی تک تو وہ واویلا مچا رہا تھا اب کھڑا مسکرا رہا ہے۔جاہل آدمی۔

"پاؤں کا زخم کافی گہرا ہے۔پانی میں بھیگنے اور مسلسل چلتے رہنے کی وجہ سے تھوڑا زیادہ خراب ہو گیا ہے۔کوشش رہے کہ وہ کچھ دن تک زیادہ نہ چلیں پھریں۔پاؤں پہ دباؤ پڑے گا تو پھر زخم

www.novelsclubb.com

بھرنے میں وقت لگ جائے گا۔"ڈاکٹر اس تک چل کے آیا تو اس کا سگریٹ سلگاتا ہوا ہاتھ رک گیا۔

"اور وہ بے ہوش کیوں ہوئیں؟ کیا کسی نے ان پہ تشدد کیا ہے؟"کبیر تھوڑا بے چین ہوا۔ پتہ نہیں کیوں!

"کمزوری اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے، آپ کی پیشنٹ نے آخری بار کب کچھ کھایا تھا؟ تشدد تو نہیں کیا گیا ہے مگر انہیں کسی قسم کی کوئی ٹینشن نہ دی جائے۔ وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔ بہتر ہو گا کبیر سر آج آپ انہیں یہیں رہنے دیں۔ انہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

"ہوں۔ ہوش کب تک آئے گا انہیں؟"اس نے جلی ہوئی سگریٹ اپنے جوتے سے مسلی۔ ڈاکٹر کہنا چاہ رہا تھا کہ یہاں سگریٹ نوشی منع ہے لیکن کہہ نہیں سکا۔

"یہی کوئی آدھے ایک گھنٹے تک۔"

"انہیں سویا ہوا ہی رہنے دو۔ جاگ گئیں تو آرام سے ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتیں۔"

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے مگر کبیر سر وہ آپ کی کیا لگتی ہیں؟" کبیر نے اسے گھور کر دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو تم مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ تمہاری اتنی جرات؟

اسے بلانے نرس آئی تو وہ چلا گیا۔ اور کبیر وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ اسے ایسی بھی کیا پریشانی تھی؟ اس نے لبوں میں سگریٹ دبائی اور پیشانی پہ آئے بالوں کو پیچھے کیا۔ سوچتی ہوئی نگاہوں سے اس دروازے کو دیکھنے لگا جس کے پار ہوش و حواس سے بے گانہ وہ لیٹی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو تیز روشنی اس کی آنکھوں سے ٹکرائی۔ بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے اطراف میں دیکھنا چاہا۔ نیلے رنگ کی دیواروں پہ ضرورت سے زیادہ بلب لگایا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے گہرا سانس لیا تو اسے بے اختیار ہی فینائل کی بو آئی۔ کیا وہ کسی ہاسپٹل میں تھی؟ اس نے ذہن پہ زور ڈال کر یاد کرنا چاہا۔ وہ تو روڈ پہ تھی۔ اس نے کسی کو اپنے قریب آتا دیکھا تھا۔ اس کے بعد اسے کچھ نہیں یاد نہیں تھا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کرنا چاہی۔ مگر ہاتھ ہلانے سے چبھن کا احساس ہوا۔ غالباً ڈرپ لگائی گئی تھی۔ اس کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے۔ اسے اپنا ذہن تاریک ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ دھیرے دھیرے اس کی آنکھیں دوبارہ بند ہونے لگیں۔ اس نے انہیں کھولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اب صرف اندھیرا تھا گہرا اندھیرا۔

کتنے لمحے بیتے کتنے نہیں اسے کچھ خبر نہ تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو خود کو بیڈ پہ ہی موجود پایا مگر اب دیواریں بدل گئی تھیں۔ نیلے رنگ کی جگہ اب سفید رنگ نے لے لی تھی۔ البتہ دیواروں پہ موجود بلب اب بھی زیادہ تھے۔

اس نے درد سے پھٹتے سر کو موڑ کر آس پاس دیکھا۔ وہ ایک سادہ سا کمرہ تھا۔ چند مشینیں موجود تھیں۔ ایک بھورے رنگ کے صوفے کے ساتھ لمبی کھڑکی تھی۔

اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا وہاں بینڈیج کیا گیا تھا۔ پاؤں ہلانے سے اس کی ہلکی سی سسکی نکلی۔ یہ تو طے تھا وہ اب بھی ہاسپٹل میں ہی تھی مگر اسے وہاں لایا کون تھا؟ دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک نرس ہاتھ میں ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔

"اوہ آپ کو ہوش آگیا۔ میں ابھی آپ کے شوہر کو بلا کے آتی ہوں۔ رات سے وہ یہیں ہیں بھوکے پیاسے۔" مدیحہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کا سر پھٹا جارہا تھا۔

"میرے شوہر نے ذاتی طور پہ آپ کو بتایا کہ وہ بھوکا پیاسا ہے؟" نرس نے اسے گڑبڑا کر دیکھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن وہ رات سے یہیں ہیں۔ کچھ کھایا پیا نہیں انہوں نے۔ شاید آپ کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتے ہوں۔ بہت چاہتے ہیں آپ کو شاید۔" وہ سوپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ مدیحہ نے اس کے گلے میں لٹکتے ہندو مذہب میں مانے جانے والے بھگوان رام کا پینڈینٹ دیکھا۔

"ان کا روزہ ہے۔ وہ ویسے بھی نہیں کھاتے کچھ۔ اس میں چاہنے نہ چاہنے کی کیا بات۔"

"ایسا بھی روزہ ہوتا ہے؟" اس نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"ہاں۔" وہی روبوٹک سا انداز۔ سپاٹ چہرہ۔

نیپکن اچھے سے سیٹ کر کے وہ چلی گئی۔ غالباً اس کے شوہر کو اطلاع دینے۔ مدیحہ کم عرصے میں ہی عمر کے اس حصے میں پہنچ چکی تھی جہاں حیرانی کم ہوا کرتی تھی۔ رات اس نے یہ ضرور دیکھا

تھااس کے قریب آنے والا کوئی مرد تھا۔چہرہ واضح نہ ہو سکا تھا۔اور دوسرا وہ جس حالت میں تھی اس پہ رحم کرنے والے شخص کو یہی بہانہ اچھا لگا ہو گا کہ اسے اپنی بیوی بتا کے علاج کروایا جائے۔حالانکہ اگر بہن،بھانجی کچھ کہہ دیتا ڈاکٹرز تب بھی علاج شروع کر دیتے۔

عجیب کھوکھلے سے انداز میں وہ بیٹھی سوپ پی رہی تھی۔اس کا دل عجیب ہو رہا تھا۔دروازہ کھلا تو منہ کے پاس جاتا ہوا اس کا چمچ والا ہاتھ رک گیا پھر اس نے دلچسپی سے نگاہیں دروازے پہ مرکوز کیے سوپ کا چمچ منہ میں ڈالا۔گلے میں آلہ ڈالے ایک نوجوان سا ڈاکٹر داخل ہوا اور اس کے ساتھ ہی سفید شرٹ،کالے ٹراؤزر اور کیچڑ سے لدے جوتوں والا شخص بھی داخل ہوا۔

مدیحہ کی نظر اس کے جوتوں سے ہوتی ہوئی اس کے چہرے تک گئی اور سوپ بے اختیار ہی اس کے گلے میں اٹک گیا۔اسے کھانسی ایک شدید دورہ پڑا۔ڈاکٹر نے فوراً آگے بڑھ کر اسے پانی دیا۔اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے اوپر چھت کو دیکھا۔جیسے خدا سے کہہ رہی ہو ایک یہی آدمی آپ کو ملا تھا جس سے مدد بھیجی آپ نے؟

www.novelsclubb.com

کبیر ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔اس کی آنکھوں کی سرخی اس کے رت جگے کی گواہی دے رہی تھی۔ کپڑوں پہ جا بجا شکن موجود تھی۔وہ کہیں سے بھی مہنگی گاڑیوں میں ایک درجن گارڈز لے کر گھومنے والا امیر زادہ نہیں لگ رہا تھا۔وہ مدیحہ کو سرے سے نظرانداز کیے ہوئے تھا۔

"پہلے سے تھوڑی بہتر طبیعت ہو گئی ہے آپ کی۔کیسا فیل ہو رہا ہے اب؟"ڈاکٹر نے اس کا چیک اپ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بہت بہتر۔گھر جانا چاہتی ہوں۔"وہ سخت نظروں سے کبیر کو دیکھ رہی تھی۔اور ایک منٹ اس کی ہمت کیسے ہوئی مجھے اپنی بیوی کہنے کی؟

"وہ تو نہیں ہو سکتا ابھی۔رات میں جیسی بہتری ہو گی پھر بتاؤں گا۔"اس نے فقط سر ہلایا۔چند باتیں مزید کر کے وہ دونوں چلے گئے۔مدیحہ نے کراہ کر آنکھیں بند کیں۔اگر کبیر کی جگہ کوئی اور آدمی ہوتا تو شاید وہ مزید رک جاتی۔وہ گھر جانا چاہتی تھی۔مگر اس وقت وہ خود میں اتنی ہمت نہیں محسوس کر رہی تھی کہ یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ دیکھتی۔جیسے چل رہا ہے چلنے دیتے ہیں سوچ کر اس نے اپنا سر تکیے پہ گرا دیا۔

دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا۔وہ اس کے قدموں کی چاپ پہچانتی تھی۔

"تم نے کیا سوچ کر مجھے اپنی بیوی کہا؟چرس پینے لگے ہو؟" مدیحہ نے بغیر آنکھیں کھولے پوچھا۔وہ جو صوفے پہ بیٹھا تھا بری طرح چونکا۔

"اتنی ناقابل برداشت بات تو میں چرس پی کر بھی نہیں کہہ سکتا۔بے ہوشی میں کون سے رومانٹک خواب دیکھ رہی تھیں آپ مادام؟" اس کے گال تپ اٹھے تھے۔

"پھر وہ نرس کون سی بکواس کر کے گئی ہے؟"

"کون سی نرس؟" عین اسی وقت وہ نرس دوبارہ آئی۔ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دیکھ کر اس کے چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ آگئی۔کبیر نے حیرت سے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔

"ارے آپ نے پورا ختم نہیں کیا؟ایسے تو آپ مزید کمزور ہو جائیں گی۔سر آپ ہی کچھ سمجھائیں۔آپ کی تو بات مانیں گی۔" سوپ کا بھرا ہوا پیالہ دیکھ کر اس نے براہ راست کبیر سے یہ پہلی بات کہی۔

"کیوں وہ کیوں سمجھائے گا کچھ ؟میری ماں لگتا ہے وہ؟"کبیر نے چہرہ موڑ کر استغفراللہ کہا۔

نرس مزید شرما کر مسکرائی۔

"مجھے نا ایسے لڑتے جھگڑتے کپلز بہت پسند ہیں۔ بھگوان آپ کی جوڑی سلامت رکھے۔ایسے شوہر مل جائیں زندگی کے راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ جس طرح وہ آپ کا۔۔۔"

"ہم کپلز نہیں ہیں۔آپ پلیز جو کام کرنے آئی ہیں وہ کریں اور جائیں یہاں سے۔کسی کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرنا بہت ہی کوئی بری بات ہے۔"وہ جو شرم سے چور ہوئی جا رہی تھی۔ کبیر کے سختی سے ٹوکنے پہ چپ ہو گئی۔

"سنو۔"مدیحہ کا منہ ٹشو سے صاف کر کے وہ بچا ہوا سوپ کا پیالہ ٹرے میں رکھ کر جانے لگی تو کبیر نے اسے روکا۔اور جیب سے والٹ نکالا۔اس کے ہاتھ میں جتنے بھی نوٹ آئے اسے اس کے سامنے بڑھا دیے۔

"پلیز تم یہ جوڑی سلامت رکھنے والی دعا واپس لے لو۔خدا مجھے ایسا وقت کبھی نہ دکھائے۔ استغفراللہ۔"مدیحہ کے سر پہ لگی اور تلوں پہ بجھی۔سر سے پیر تک وہ جل کر رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"ایسی بات ہے تو ایک منٹ۔"اس نے گلے میں پہنی باریک سونے کی چین کو اتارا اور خود بیڈ سے اتر کر قدم قدم چلتی ان کے قریب آئی۔اس نے کبیر کا بری طرح ٹھٹھکنا خوب اچھی طرح محسوس کیا تھا۔اس نے چین نرس کے ہاتھ پہ رکھا۔

"میری طرف سے بھی دعا کرنا کہ آئندہ یہ آدمی کبھی میرے راستوں میں بھی نہ آئے۔ بڑا آیا زندگی کے راستے آسان کرنے والا۔"نرس نے ان دونوں دماغ سے پیدل نفوس کو دیکھا پھر رام رام کہتی دونوں کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ پتہ نہیں کس آفت کے چلتے میں نے یہ بات کہہ دی۔"وہ رکی نہیں باہر چلی گئی۔ کبیر ان کی باتیں نہیں سن رہا تھا۔وہ بس بے تاثر نگاہوں سے اس چین کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں ایک ننھا سیاہ موتی لٹک رہا تھا۔

مدیحہ آنکھیں چھوٹی کیے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ کبیر نے بھنویں اٹھائیں جیسے پوچھ رہا ہو کیا ہوا؟ مدیحہ نے کچھ کہنا چاہا جب یکایک اس کا سر گھوما اس نے بیڈ کا سہارا لینا چاہا مگر وہ بہت دور تھی۔

www.novelsclubb.com

اس سے پہلے وہ گرتی کبیر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے سہارا دیا پھر دھیرے سے اسے بیڈ پہ لیٹنے میں مدد کی۔ایک مدد کرنا نہیں چاہتا تھا۔دوسری طرف وہ مدد لینا نہیں چاہتی تھی۔وہ مدد کرنے پہ بے اختیار تھا۔اور وہ مدد لینے کے لیے مجبور تھی۔وہ نگاہیں چرائے واپس صوفے پہ بیٹھ گیا۔ ٹراؤزر میں اڑسی پستول نکال کر سامنے میز پہ رکھی اور سگریٹ سلگانے لگا۔

مدیحہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر پستول کو۔"تم نے یہاں بھی اپنی غنڈہ گردی شروع کر دی؟"

"جی ہاں۔باہر جو آدمی اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر لیٹا ہے۔وہ میں نے ہی توڑی ہے۔" سکون سے نگاہیں اس کے چہرے پہ گاڑتے ہوئے تھا۔اس کا چہرہ سوجا ہوا لگ رہا تھا۔آنکھیں رونے کی وجہ سے متورم تھیں۔ہتھیلی بری طرح چھلی ہوئی تھی۔مدیحہ نے اسے خود کو ایسے تاڑتے ہوئے دیکھ جھنجھلا کر کہا۔

"ٹانگ توڑ و یا کسی کی گردن میرے باپ کا کیا جاتا ہے۔"

"بالکل اتنا کوئی بدمعاش لگتا ہوں میں۔" وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔مدیحہ سن نہیں سکی۔

"بڑبڑانا بند کرو کبیر۔ ہمت ہے تو زور سے کہو ناں۔" اس نے لیٹ کر سدا لگائی۔ جسے اس نے پھر سے کچھ بڑبڑا کر اگنور کر دیا۔

"یہاں گھڑی نہیں ہے۔ تم مجھے بتا سکتے ہو کیا وقت ہو رہا ہے؟"

"دوپہر کے ڈیڑھ بج رہے ہیں۔" اس نے گہرا کش لیا۔

"تم مریض کے سامنے بیٹھ کر سگریٹ نوشی نہیں کر سکتے۔ کول بننے کی کوشش میں مجھے مزید بیمار کرو گے؟" اس نے اپنی گردن کے نیچے تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"سوری مگر میں چند خروچوں کو بیماری نہیں سمجھتا۔" اُف۔ کاش وہ اس آدمی کو یہاں سے اٹھا کر کہیں پھینک سکتی۔

"مجھے میرا موبائل لے کر دے سکتے ہو؟" وہ اٹھ کر بیٹھی اور ملتجی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ کبیر نے اسے دیکھا پھر نادر کو فون ملایا۔

"میڈم کے گھر جاؤ فوراً اور موبائل لے آنا ان کا۔" موبائل کان سے ہٹا کر اس سے پوچھا۔ "کس جگہ ہے؟"

www.novelsclubb.com

"سیڑھیوں کے ساتھ جو پہلا کمرہ ہے۔اس کی ڈریسنگ ٹیبل پر۔"

"کچھ اور؟"

"نہیں۔"اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"سر آج آپ کی فلائٹ تھی۔آپ کل رات سے کال نہیں پک کر رہے ہیں۔میں نے سوچا ابھی یاد دلادوں۔"اس نے ایک نظر مدیحہ پہ ڈالی۔جولیٹ چکی تھی۔

"مجھے یاد تھا۔میری تمام میٹنگز کینسل کر دو۔میں ایک ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔"

"جب تک وہ نہیں آجاتا آپ میرا فون استعمال کر لیں۔غالباً آپ اپنے بھائی سے بات کرنا چاہ رہی ہوں گی۔"پہلی والی طنزیہ ٹون اب کہیں نہیں تھی۔وہ بہت نرمی سے بول رہا تھا۔مدیحہ کے حلق میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔اس نے بس نفی میں سر ہلایا۔کبیر دوبارہ لاپرواہی سے فون پہ کچھ لکھنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہاں سے دور ممبئی شہر کی عالیشان عمارتوں کے درمیان ایک اونچی عمارت کے لگژری اپارٹمنٹ میں اس وقت رات کا سماں معلوم ہو رہا تھا۔ڈارک کلر کی دیواروں کو مختلف طریقوں سے سجانے کی کوشش کی گئی تھی مگر پھر بھی وہ سونی اور ویران لگ رہی تھیں۔

وہ امریکی طرز کا ایک تھری بی ایچ کے اپارٹمنٹ تھا۔سامنے اوپن کچن کے ساتھ چھوٹا سا لیونگ روم اور ساتھ ہی ایک چھوٹی اسٹڈی تھی۔اسٹڈی کے بگل میں دو کمرے بنے تھے۔اور اس کے سامنے ایک بیڈروم تھا جسے وہ گیسٹ روم کے طور پہ استعمال کرتے تھے۔

ان میں سے ایک کمرے کے اندر آؤ تو دو بمشکل چار پانچ سال کے بچے اپنے کھلونے فرش پہ پھیلائے بیٹھے تھے۔ان کو یہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آؤ تو اس کی ساری بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔قدآدم کھڑکیوں پہ موٹے پردے گرے تھے۔بیڈ پہ کوئی اپنے گھٹنوں پہ سر رکھے بیٹھا تھا۔

وقفے وقفے سے ایک سسکی کمرے میں گونجتی پھر خاموشی چھا جاتی۔کئی لمحے رو لینے کے بعد اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔بالوں کو جوڑے کی شکل لپیٹ کر وہ واشروم گئی۔ہتھیلی کے پیالوں

میں پانی بھر کر چہرے پہ ڈالا۔ چند منٹ کے بعد وہ روئی ہوئی آنکھیں اور گیلا چہرہ لے کر واپس لوٹی۔

کمرے کی ساری روشنیاں جلا کر اس نے کھڑکی کے پردے ہٹائے۔ ممبئی شہر اس کی نظروں کے سامنے جگمگانے لگا۔ اس نے گہری سانس لی۔ یہ آنسو، یہ دکھ، یہ رونا یہ سب اس نے اپنی مرضی سے چنا تھا۔ لیکن ایک منٹ کیا یہ اس کی اپنی مرضی تھی؟ اگر مرضی کرنے کی اجازت ہوتی تو وہ یہاں اس حال میں ہوتی؟ اگر اس کی مرضی مان لی گئی ہوتی تو کیا زندگی کی حقیقت اتنی ہی تلخ ہوتی؟ کیا اتنی ذلت، بے بسی ہوتی؟ اتنے ہی دکھ اور آنسو ہوتے؟

دل نے جواب دیا ہاں۔ دکھ، پریشانی، آنسوں سب ہوتے مگر اس مشکل وقت میں بھی ایک سکون ہوتا۔ ایک محبت بھرا لمس ہوتا جو اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کو صاف کرتا۔ ایک کندھا میسر ہوتا جس پہ وہ سر رکھ کر اپنے حال کہہ دیا کرتی۔

www.novelsclubb.com

اسے بہت سالوں کے بعد آج اچانک سے وہ یاد آیا تھا۔وہ جس کی یادوں کو بھی ہانیہ نے خود پہ حرام کر لیا تھا۔وہ جس کی خواہش اس نے نکاح نامے پہ دستخط کرتے ہی دل سے نکال دی تھی۔ وہ جو کبھی اس پہ دل و جان سے قربان تھا۔ہانیہ نے فوراً اپنی سوچوں کا رخ بدل دیا۔

ہانیہ مراد کی زندگی ان ساری چیزوں سے محروم تھی۔اس نے کبھی اپنے ساتھ جڑے محرم مردوں کو اپنے لیے خالص نہیں پایا تھا۔نہ اسے کبھی تحفظ ملا نہ مان۔نہ کبھی اسے اس کے باپ نے اپنایا نہ شوہر نے۔جیسا سلوک بھائیوں کا اس کے ساتھ رہا وہ نہیں جانتی کہ آخر بھائی کسے کہتے ہیں؟ چہرے پہ ہاتھ پھیر کر اس نے وقت دیکھا۔گھڑی شام کے ساڑھے سات بجا رہی تھی۔وہ ڈنر کی تیاری کے لیے کچن میں چلی آئی۔

www.novelsclubb.com

اسے لگتا کہ ممبئی میں انسان نہیں بستے ہیں۔الو بستے ہیں۔وہ آدھے دن تک سوتے اور ساری رات جاگا کرتے ہیں۔دہلی میں وہ دس یا گیارہ بجے کھانا کھا لیا کرتی تھی۔مگر یہاں اس شہر میں رات بارہ بجے ایک بجے کھانا کھایا جاتا تھا۔اسے کبھی کبھی محسوس ہوتا جیسے یہ شہر کبھی نہیں سوتا

۔اسے بچوں کے لیے کھانا بنانا تھا۔ کبھی کبھی وہ انہی کے ساتھ کھالیا کرتی تھی۔شوہر کے ساتھ کھانا کھانا کیا ہوتا ہے؟اسے نہیں معلوم۔

ڈور بیل بجی تو اس نے سبزیوں کو ٹوکری واپس رکھی اور دروازہ کھولنے پہنچ گئی۔دروازے پہ ایان کھڑا تھا۔اس کا شوہر۔وہ اسے نظر انداز کیے کمرے میں بند ہو گیا۔ہانیہ سے اس کی آنکھوں کی سرخی اور قدم کی لڑکھڑاہٹ چھپی نہیں تھی۔ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آئی۔اسے ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ بے حس ہو چکی تھی۔

آج وہ پورے دو دن بعد گھر آیا تھا۔انہیں دہلی سے یہاں آئے آج تیسرا روز تھا۔جس دن وہ بچوں کے ساتھ واپس آرہی تھی اس دن.....!

www.novelsclubb.com

"بیٹا کبیر سے تو مل کر گئی ہوتی۔"ڈرائیور اس کے سوٹ کیس گاڑی میں رکھ رہا تھا۔وہ قیمتی مگر سادہ سے شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔اس کے سیاہ بال پشت پہ پھیلے تھے۔چہرہ کسی بھی طرح کی تیاری سے پاک تھا۔ناک میں پہنی نتھ دھوپ میں دمک رہی تھی۔شادی کے اتنے سال بھی وہ کسی یونیورسٹی اسٹوڈنٹ کی طرح ہی لگتی تھی۔

"وہ نہیں ملے گا۔ میں نہیں ملنا چاہتی۔ آپ کے اصرار پہ میں آگئی تھی آنٹی۔ آپ سے مل کر جا رہی ہوں۔ آپ کا بیٹا میرے لیے اب اتنا اہم نہیں رہا۔" اس نے شانے سے سرکتی چادر درست کی۔ رات کی بحث کا اثر اب بھی موجود تھا۔

"ایان آئے گا ائیر پورٹ پر تمہیں لینے؟" ہانیہ کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔ وہ کبیر کی طرح مظبوط نہیں تھی۔ نہ ہی وہ اس کی طرح اپنے تاثرات چھپانے میں ماہر تھی۔ جو وہ محسوس کرتی وہ اس کے چہرے پہ ظاہر ہو جایا کرتا تھا۔

"وہ نہیں آسکیں گے۔ میں کیب لے کر چلی جاؤں گی۔" بچے گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ آسیہ مراد نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی۔ ہانیہ نے امڈتے آنسوؤں کا گلا گھونٹا۔ ائیر پورٹ پہنچنے تک وہ ایان کو ہزاروں کال کر چکی تھی۔ اسے معلوم تو ہونا چاہیے تھا کہ اس کے بیوی بچے واپس آ رہے ہیں۔ مگر بے سود۔

ممبئی پہنچنے تک انہیں رات ہو چکی تھی۔ اپارٹمنٹ لاک تھا۔ بالکل خالی۔ بچے نیند میں جھول رہے تھے۔ کھانا وہ باہر ہی کھا آئے تھے۔ انہیں سلانے وہ ان کے کمرے میں آئی۔ ہانیہ نے

www.novelsclubb.com

دوبارہ ایان کو کال کی ابھی تک اس کا موبائل بند آرہا تھا۔اس نے تھک کر موبائل بند کیا اور بچوں کے ساتھ لیٹ گئی۔اسے پتہ بھی نہیں چلا کب وہ سوگئی۔

رات ہنسنے بولنے کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی۔وہ اٹھ کر باہر آئی تو اس کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی اور اندر سے قہقہوں کی آواز آرہی تھی۔مردانہ قہقہے کے ساتھ ایک زنانہ قہقہے کی آواز۔

تو کیا اب وہ بچوں کے سامنے بھی یہ سب شروع کرنے والا تھا؟ یا پھر لیونگ روم میں رکھا ان کا بیگ اسے نہیں دکھا۔اس کے لیے کچھ نیا نہیں تھا۔نہ وہ حیران ہوئی نہ اسے کسی قسم کا شاک لگا۔

آگے بڑھ کر اس نے دروازہ ناک کیا۔اندر سے آتی آوازیں یک دم ہی بند ہوگئیں۔ہانیہ سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی تھی۔دروازہ ایان نے کھولا تھا۔وہ حیرت کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔

"تم کب آئی؟ بغیر کسی اطلاع کے۔"اس نے شرٹ کی کھلی بٹن بند کی۔ہانیہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اندر بیٹھی عورت اسے نظر نہیں آرہی تھی مگر اس کا شوخ سرخ رنگ کا لباس دکھائی دے رہا تھا۔

"چند گھنٹے پہلے۔آپ کو صبح سے اطلاع دینے کی کوشش کر رہی تھی۔آپ نے کال نہیں پک کی۔آپ کے آفس کال کیا تو معلوم ہوا آپ وہاں دو دن سے گئے ہی نہیں۔خط بھیجنے کا خیال اب آرہا ہے۔پہلے آتا تو شاید بھیج دیتی۔" وہ بالکل بھی شرمندہ نہیں ہوا۔اندر رکھی شراب کو بوتلوں کے پاس سے اپنا گلاس اٹھایا۔

"ٹھیک کیا آگئی۔میں تمہیں اور بچوں کو بہت مس کر رہا تھا۔ویسے جاگ کیوں رہی ہو؟سو جاؤ۔کھانا کھایا تھا تم نے؟" وہ اس کی سائیڈ سے نکل کر کچن میں آیا۔فریج سے برف نکالی۔ہانیہ نے بمشکل اپنا غصہ دبایا۔

"ایان۔بچے سو رہے ہیں۔تیز آواز سے اٹھ جائیں گے۔احتیاط کریں۔" وہ اسے زخمی نگاہوں سے دیکھتی واپس بچوں کے کمرے میں چلی آئی۔اس کے سامنے تو وہ بے حسی کا مظاہرہ کر آئی تھی مگر اب دل تھا کہ پھٹا جا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی۔ وہ اپنے حصے کی محبت کر چکی تھی۔ اور شاید اب وہ زندگی میں کبھی کسی مرد سے محبت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر وہ اس کا شوہر تھا۔ وہ اس کے ساتھ وفادار تھی اور بدلے میں وفاداری ہی چاہتی تھی۔

اس نے صرف ایک بار ایان کے ڈرنک کرنے، جوا میں پیسے لٹانے پہ اعتراض کیا تھا۔

"میں ایک پینتیس سال کا مرد ہوں۔ عقل و شور ہیں مجھ میں۔ اپنا اچھا برا میں بہتر جانتا ہوں۔ اور پلیز یہ حرام حلال کا لیکچر مت دینا۔" ایان نے بڑی درشتی سے اسے چپ کروا دیا۔ اس کے بعد اس نے اسے کبھی نہیں ٹوکا۔ اس کے ٹوکنے پہ وہ اس کے سامنے شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ جب بچے اس دنیا میں آ گئے تو اس نے گھر میں ڈرنک کرنا چھوڑ دیا۔ مگر پھر دھیرے دھیرے ایان کو دوسری لت لگ گئی۔ بے وفائی کی۔ اور یہاں ہانیہ کا دل ٹوٹا نہیں بے حس ہو گیا۔

"سنو تم کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ یہاں غیر آرام دہ رہو گی۔ سفر سے آئی ہو۔ تھکن نہیں اتری تو بیمار ہو جاؤ گی پھر بچوں کا خیال کون رکھے گا؟ میں باہر جا رہا ہوں دوستوں کے ساتھ صبح آؤں گا۔" تھوڑی دیر گزری تھی جب وہ دروازہ کھول کر اندر آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

www.novelsclubb.com

ہاتھ بڑھا کر ہانیہ کو اٹھایا پھر اسے 'اپنے' کمرے میں لے آیا۔اب وہاں نہ شراب کی بوتلیں تھیں نہ ہی وہ عورت۔

"کھانا لے آیا تھا میں تمہارے لیے۔ کھائے بغیر سونا نہیں اوکے؟" وہ گاڑی کی چابی لے کر چلا گیا۔ہانیہ بیڈ کو خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔اس کی جگہ پہ ایک غیر عورت بیٹھی تھی۔اسی حق سے جس حق سے ہانیہ بیٹھتی ہے۔یہ جگہ اب اس کے لیے ناپاک تھی۔

"گڈ مارننگ لٹل اسٹار۔" ساری رات وہ کمرہ یونہی بند رہا۔آگلی صبح وہ ناشتہ بنانے کچن میں گئی تو وہ فریش سا ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس ماہی کو گودی میں اٹھائے مسکرایا۔

"کیا بات ہے تم دونوں اسکول نہیں گئے؟"

"ڈیڈی آج تو سنڈے ہے اور پلیز آج ہمیں کہیں لے کر چلیں۔ بریک فاسٹ آپ ہمارے ساتھ ہی کریں گے نا؟" ماہی اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔وہ ہانیہ کی کاپی تھی اور بے حد خوبصورت تھی۔اپنی ماں سے بھی زیادہ خوبصورت۔

www.novelsclubb.com

"ہاں آج کا دن آپ دونوں کے نام۔" وہ مسکرا کر بولا۔ ہانیہ بغیر کسی بات کا نوٹس لیے کچن میں مصروف سی کھڑی کام کرتی رہی۔ وہ اسے دیکھتا ماہی کو گودی سے اتار کر کچن میں اس کے پاس چلا آیا۔

"سفر کیسا رہا؟"

"ٹھیک۔" ایک لفظی جواب دے کر وہ دوبارہ مصروف ہو گئی۔ نہ اس نے اسے دیکھا نہ ہی اس سے دو دن کا حساب مانگا۔

"اور وہ تمہارا سر پھرا جاہل کزن وہ تو نہیں تھا گھر پہ جب تک تم وہاں رہی؟" اس نے سیب میں اپنے دانت گاڑے۔ آٹا گوندھتا ہانیہ کا ہاتھ رکا۔

"وہ اسی کا گھر ہے۔ میرے باپ کا نہیں۔ وہ کیوں نہیں آئے گا اپنے گھر میں؟ اور آپ کیوں ایسے الفاظ اپنے منہ سے نکالتے ہیں؟"

"پھر تم اس کے گھر کیوں جاتی ہو؟ اپنے باپ کے گھر جایا کرو۔" وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ ہانیہ کو محسوس ہوا جیسے یہ طوفان سے پہلے کی خاموشی ہے۔

www.novelsclubb.com

"ایان میں صبح صبح بچوں کے سامنے کوئی بحث نہیں چاہتی۔میں وہاں اپنی ماں کے لیے جاتی ہوں اور کبیر میرا بھائی ہے۔کوئی غیر نہیں ہے۔" وہ مسکرایا۔

"تمہاری ماں مر چکی ہے۔کبیر کی ماں تمہاری ماں کیسے ہو سکتی ہے؟ تمہارے ابا بے وفا تھے یا اس کی ماں؟" ہانیہ کا چہرہ سرخ ہوا۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ایان اسٹول گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا۔

"یہ بتاؤ ائیر پورٹ پہ کیا ہوا تھا؟"

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم سے ملنے کوئی آیا تھا وہاں۔کون تھا؟" وہ اب کے بولا تو اس کی آنکھیں بدلی ہوئی تھیں۔

اسے سن کر حیرت ہوئی۔اس سے ملنے ائیر پورٹ پہ کون آئے گا؟

ہانیہ نے دماغ پہ زور ڈالا تو ایک جھماکا ہوا۔ائیر پورٹ پہ اسے اس کا کوئی پرانا کلاس فیلو مل گیا تھا اپنی فیملی کے ساتھ اور یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں تھی جو وہ اس سے بتاتی۔دن میں کتنی دفعہ وہ

www.novelsclubb.com

اس کا حال پوچھتا ہے؟ایک بار بھی نہیں۔چند ضروری باتوں کے علاوہ ان کے درمیان کون سی گفتگو ہوتی تھی؟

"ایان وہ مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا۔وہ اپنی فیملی۔اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ وہ کسی ٹرپ پہ جارہا تھا۔اتفاقی طور پہ ملاقات ہو گئی اور۔"

"اس دنیا میں اتفاق بہت کم ہوتے ہیں۔ تمہیں مجھ سے بتانا چاہیے تھا۔اور کتنی باتیں ہیں جو تم نے نہیں بتائیں؟"وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ہانیہ کو شدید حیرت ہو رہی تھی۔اسے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے جس سے وہ اس کو کچھ سمجھا سکتی۔اس نے بچوں کی طرف دیکھا وہ سہم کر کھڑے تھے۔ان دونوں کی لڑائی پہ وہ ہمیشہ یونہی سہم جایا کرتے تھے۔ہانیہ نے انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔

"اکثر دنیا میں لوگ ایک دوسرے سے مل لیتے ہیں۔اس میں ایسا کچھ خاص نہیں تھا۔جو میں آپ سے کچھ بتاتی۔وہ صرف میرا کلاس میٹ تھا۔مجھے تو اس کا نام بھی نہیں یاد۔"

"اسے تو سب یاد رہ گیا نا۔تم،تمہارا نام۔تمہارا چہرہ۔"

www.novelsclubb.com

"وہ شادی شدہ ہے۔اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔آپ کیسے شک کر سکتے ہیں؟" وہ دبے دبے غصے سے بولی۔

"شک نہیں کر رہا۔ سمجھا رہا ہوں تمہیں۔شادی شدہ ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ کسی دوسری عورت کے پیچھے نہیں جائے گا۔" ہانیہ نے ایک زخمی نگاہ اس کے وجود پہ ڈالی۔

"سچ کہہ رہے ہیں آپ۔شادی شدہ ہونے کا مطلب واقعی یہ نہیں ہوتا کہ مرد کسی دوسری جگہ منہ نہیں ڈالے گا۔"

"ہاں میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ تھوڑا احتیاط کیا کرو۔تم نہیں جانتی مردوں کو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔وہ عورتوں کے بارے میں کیا سوچتے ہیں کیا کہتے ہیں تم عورتیں کبھی نہیں جان سکتیں۔" اس کی بات کر نظر انداز کر کے وہ اٹھا اور اس کا دنوں ہاتھ تھام کر بولا۔

"آپ مجھ پہ شک نہیں کر سکتے ایان۔"

"ہانیہ میں تم پہ شک نہیں کر رہا۔ کر ہی نہیں سکتا۔مجھے تمہارے ارد گرد موجود مردوں پہ بھروسہ نہیں ہے بس۔تم نہیں جانتی وہ کتنے۔۔" اس نے ایک گندی گالی دی۔ہانیہ نے اپنی

آنکھیں میچیں۔"تمہارے معاملے میں میں کسی پہ بھروسہ نہیں کر سکتا۔چاہے وہ تمہارا تھرڈ اسٹینڈرڈ کزن کبیر مراد ہی کیوں نہ ہو۔"ہانیہ کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔

"وہ میرا بھائی ہے۔میری ماں نے اسے اپنا دودھ پلایا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں تم صرف مجھے دیکھو۔مجھے سوچو۔کسی اور کا ذکر تمہاری زبان پہ نہیں آئے۔"

"وہ صرف ایک اتفاق تھا..."وہ اسے نہیں سن رہا تھا۔وہ بس اپنی کہہ رہا تھا۔

"تم اس سے ملی تم نے یہ بات گول کر دی۔تم مجھے بتا سکتی تھی۔"

"میں اس سے ملنے نہیں گئی تھی۔وہ وہاں صرف میرے لیے نہیں آیا تھا۔"ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے گال پہ گرا۔وہ غصے سے چیخی۔

"تم نے مجھ سے بات چھپائی۔اگر مجھے نہ اطلاع ملتی تو تم شاید مجھ سے کبھی نہ بتاتی۔"

"یہ ایک معمولی بات تھی۔بالکل غیر اہم۔کوئی ضروری بات ہوتی تو میں ضرور بتاتی۔"اس کے گال آنسوؤں سے بھیگنے لگے۔

"تم نہیں جانتی مجھے کیسا محسوس ہو رہا ہے یہ سن کر۔ پلیز یہ رونا بند کرو۔ ایک بار خود کو میری جگہ رکھ کر دیکھو پھر شاید تمہیں میری حالت سمجھ آئے۔" ہانیہ نے اس سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔ آنسو صاف کیے۔

"میں خود کو آپ کی جگہ کیسے رکھ سکتی ہوں؟ میں رکھنا ہی نہیں چاہتی۔ میں نے اگر خود کو آپ کی جگہ رکھ دیا ایان تو ساری زندگی کی لیے ناپاک ہو جاؤں گی۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔ بچوں کے لیے ناشتہ اٹھا کر وہ کچن سے نکلتی چلی گئی۔ ایان وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ وہ نہیں جانتی مرد کیسے ہوتے ہیں۔ وہ اس پہ شک نہیں کر رہا تھا۔ مگر خیر کبھی تو وہ اس کی بات سمجھے گی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر رات میں ڈھل چکی تھی اور اس دوران کبیر مراد کمرے سے نکل کر کہیں نہیں گیا تھا۔ مدیحہ کو سخت نیند آ رہی تھی۔ وہ پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی مگر جیسے انجیکشن کا اثر ختم ہو

رہا تھا زخموں نے تکلیف دینا شروع کر دیا تھا۔وہ ظاہر نہیں کر رہی تھی مگر اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر کچھ منٹ پہلے ہی اس کا چیک اپ کر کے گیا تھا۔وہ ٹھیک تھی اور گھر جا سکتی تھی۔کبیر ڈاکٹر کے ساتھ باہر نکل کر کہیں گیا ہوا تھا۔اس کا موبائل بجا۔ایک غیر شناسا نمبر اسکرین پہ جگمگا رہا تھا۔

اس نے سوچا اگنور کر دیتے ہیں مگر کسی احساس کے تحت اس نے کال پک کر کے موبائل کان سے لگایا۔پھر آگے سے جو کہا گیا مدیحہ کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔وہ بیڈ سے اتر کر چپل پہن رہی تھی۔جسے کبیر نے لے آ کر دیا تھا۔عین اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"کہاں جا رہی ہیں؟"

"گھر جا رہی ہوں۔"وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"آپ اکیلے نہیں جا سکتیں۔"

www.novelsclubb.com

"اس دنیا میں میں صرف اپنے باپ کی سنتی اور مانتی تھی۔ تم تو میرے باپ نہیں ہو ناں کبیر مراد پھر تمہیں ایسا کیوں لگا کہ میں تمہاری بات مانوں گی؟ میرا باپ مر چکا ہے اور اب میں اپنے سوا کسی کی نہیں سنتی۔ اس لیے میں اکیلی ہی جاؤں گی۔ اپنی گاڑی کی چابی دو مجھے۔" وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھتی اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائے کھڑی تھی۔ اتنا اعتماد؟ نائس۔ وہ محظوظ سا مسکرایا۔

"مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟ اسی راستے پہ میرا بھی گھر ہے۔" اس نے چابی اس کی ہتھیلی پہ رکھ دی۔ یہ تو طے تھا کبیر آج بھی اسے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

"آجاؤ۔" وہ سوچنے کے بعد بولی۔

www.novelsclubb.com

گاڑی ہواؤں کو چھوتی سڑک پہ بھاگ رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ نادر بیٹھا تھا۔ کبیر آگے ہی بیٹھا تھا۔ وہ سیٹ پہ لیٹنے کے انداز میں پاؤں اوپر کیے بیٹھی مسلسل موبائل پہ کچھ ٹائیپ کر رہی تھی۔ وہ کل سے بغیر کسی اطلاع کے غائب تھی کالز اور میسجز کا آنا بنتا تھا۔ نظیر انکل نے الگ اسے ہر دو منٹ پہ میسجز کر کے عاجز کیا ہوا تھا۔

"میں نے آپ سے اب تک نہیں پوچھا۔ مگر مدیحہ اب سچ بتائیں کیا ہوا تھا؟" وہ چہرہ پیچھے موڑے اس سے مخاطب تھا۔ مدیحہ نے اسے دیکھا پھر ایک نظر نادر پہ ڈالی وہ یوں کان بند کیے بیٹھا تھا۔ جیسے موجود ہی نہ ہو۔

"سچ ہی بولوں گی ظاہر ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ مدیحہ کسی کے باپ سے نہیں ڈرتی۔ مگر تم واحد انسان ہو جسے یہ معلوم ہے کہ میں گلی کے کتوں سے کتنا ڈرتی ہوں۔ وہی چار پانچ پیچھے لگ گئے تھے۔ بس پاؤں مڑ گیا میرا میں گر گئی۔ کچھ چوٹیں آگئیں اور تم مل گئے ورنہ میں تو گھر ہی جا رہی تھی۔" وہ اسے گھور کر دیکھتا رہا۔

"آپ کے پاؤں میں چپل بھی نہیں تھی۔ آپ کو میرے ماتھے پہ گدھا لکھا ہوا نظر آرہا ہے؟" مدیحہ نے آگے ہو کر اس کا ماتھا دیکھا۔

"نہیں گدھا تو نہیں لکھا ہے۔ مگر جو لکھا نظر آرہا ہے وہ بتا دوں گی تو تم مجھے چلتی گاڑی سے نیچے پھینک دو گے۔" نادر کے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ آئی جسے وہ سرعت سے دبا گیا۔

"مدیحہ صحیح جواب دیں۔"

"سچ بول رہی ہوں گدھا نہیں..."

"شٹ اپ۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ مدیحہ کا گھر آجانے تک گاڑی میں کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ اس کو ڈراپ کر کے جا رہے تھے۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔ ایک پل کے لیے کبیر نے اسے رک کر دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں۔ وہ نگاہیں چرا گیا۔ نادر نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ مدیحہ نے گہری سانس لی۔ تو وہ جا رہا تھا؟ وہ پھر سے جا رہا تھا؟ اس کا چلے جانا ہی بہتر تھا۔ اس نے دل کو تسلی دی۔ ان کے جاتے ہی وہ تیزی سے اپنی گاڑی میں بیٹھی۔ پریشانی سے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر اس کا رخ تھانے کی طرف تھا۔

"آگئیں آپ۔ آئیے اور کرتوت دیکھیے اپنے صاحب زادے کی۔" آفیسر اُسے دیکھ کر طنزیہ بولا۔ مدیحہ نے ایک نظر سلاخوں کے پار کھڑے جواد پہ ڈالی۔ پھر کرسی کھینچ کر بیٹھی۔

"کیا کیا ہے اس نے؟"

"بار کے باہر شراب پی کر گالیاں دے رہا تھا۔"

"اچھا وارنٹ دکھائیں مجھے۔" ایس ایچ او نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ پھر گیا ہو۔

"کون سا وارنٹ میڈم؟"

"گرفتاری کا۔" وہ زور سے ہنسا۔ مدیحہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی اسے سپاٹ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اوئے رادھے سنا تو نے۔ میڈم کو اب وارنٹ چاہیے۔ مجھے اسے گرفتار کرنے کے لیے کسی کسی وارنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ مدیحہ نے سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ پوری بات بتائیں پھر کیا ہوا تھا؟"

"مدیحہ یہ بکواس کر رہا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کی بات مت سنیں میری بات سنیں۔" جواد اندر سے چیخا۔

"میں بات کر رہی ہوں ناں۔" اس نے اسے دیکھے بغیر کہا۔

"میڈم یہ بار کے باہر گندی گالیاں دے رہا تھا۔ اور باہر رکھی کرسی کو ٹھوکر مار کر اسے توڑ دیا۔ پبلک پراپرٹی توڑی ہے اس نے۔"

www.novelsclubb.com

"اس نے کسی سے جھگڑا کیا؟ ہاتھ اٹھایا؟ کرسی کے بجائے کسی کی گردن توڑی؟" وہ چپ ہوا تو مدیحہ نے آرام سے سوال کیا۔

"نہیں۔ آپ ایسے سوال کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں؟ دس ہزار دیجیے۔ اور لے جائیے۔"

"کس بات کا دس ہزار؟" پہلی دفعہ اس کا دماغ خراب ہوا۔

"ضمانت کا اور کس کا؟" ایس ایچ او پان چباتے ہوئے بولا۔

"ایک تو آپ نے بغیر کسی وارنٹ کے میرے بھائی کو گرفتار کیا اوپر سے آپ مجھ سے گھوس مانگ رہے ہیں؟ جتنی باتیں آپ نے گنوائی ہے مجھے وہ ایک non-cognizable offence ہے۔ اور آپ بنا کسی وارنٹ کے اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ کس مجسٹریٹ نے وارنٹ جاری کیا؟"

"بی بی ہمیں قانون مت سکھاؤ۔ اور نکالو دس ہزار ورنہ تم پہ بھی چار پانچ کیسز ٹھوک کر اندر کر دوں گا۔"

"اے دروازہ کھول۔" مدیحہ نے اس کی بات نظر انداز کر کے حولدار سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آئی پی سی کے کسی سیکشن کے تحت اسے بغیر وارنٹ کے گرفتار کرنے کا حق تمہارے پاس نہیں اگر قانون سنبھالنے والے قانون بھولنے لگ جائیں گے تو ہاں میں انہیں سکھاؤں گی۔ تمہیں کیا تمہارے باپ کو بھی سکھاؤں گی۔" وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مدیحہ اسی اطمینان سے بیٹھی رہی۔

"اندر ڈالو رے اس کو۔" وہ لیڈی کانسٹیبل سے بولا۔

"کسی نے میری طرف اپنی انگلی بھی اٹھائی تو میں اس کی وردی اتروادوں گی۔ میری بات یاد رکھنا۔ تم نے ایک معصوم کو زبردستی غیر قانونی طریقے سے اندر ڈالا اور پھر رشوت کی مانگ رکھی۔ اور تیسری چیز جو تم نے کی تھانے میں بیٹھی ایک عورت پہ اپنا ہاتھ ڈالنے کی کوشش۔" وہ اپنی پشت پہ آتا اس کا ہاتھ پکڑ کر غرائی۔

"رپورٹ لکھ سالی کے خلاف کہ اس نے تھانے میں گھس کر ایک آن ڈیوٹی پولیس والے پہ ہاتھ اٹھایا۔"

"میں مدیحہ فاروق ہوں اور میں کسی کے باپ سے نہیں ڈرتی۔ شوق کے لکھو رپورٹ۔ اور اگر میرے بھائی کو تم نے رہا نہیں کیا اگلے دو منٹ میں تو یہاں میں تمہارے سینئیرز کی بھیڑ لگا دوں گی۔ یہ سارے آئی وٹنیس میرے خلاف گواہی دینا بالکل نہیں چاہیں گے۔" اندر بیٹھا اس کا سینئر آفیسر اٹھ کر آیا اور جواد کو لاک اپ سے نکال کر وہ مدیحہ سے معزرت کر رہا تھا۔ اس کے باہر نکلنے کی دیر تھی۔ وہ جا کر گاڑی میں بیٹھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"تو تم مجھے یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ کل کی پوری رات اور آج کا سارا دن تم اس کے ساتھ ہاسپٹل میں بتا کر آئے ہو؟" ہانیہ اپنے لیونگ روم میں پاؤں صوفے پہ رکھے بیٹھی تھی۔ گود میں اس کا لیپ ٹاپ تھا جس کی اسکرین پہ کبیر کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"ہاں میں وہیں تھا ہانیہ۔ مجھے کسی نے اطلاع ہی نہیں دی تمہارے جانے کی؟" وہ پریشان سا اپنی بالکنی میں کھڑا تھا۔ اس رات کی تلخ کلامی کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ وہ دونوں یوں بات کر رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

www.novelsclubb.com

"یہ ایک علیحدہ بات ہے۔میں بہت جلدی میں گئی تھی۔میری کچھ چیزیں بھی گھر رہ گئیں۔"

"پھر کب تک تم لوگ واپس جاؤ گے؟"کبیر نے کافی کا ایک سپ لیا۔

"پتہ نہیں شاید اب ہم واپس نہ جائیں۔ایان کا پلان ہے کہ وہ کینیڈا سے کہیں اور شفٹ ہوں گے۔شاید ممبئی میں ہی۔"اس کے بچے پیچھے شور کر رہے تھے۔وہ مڑ کر انہیں ڈانٹنے لگی۔

"اچھی بات ہے۔میں یہی چاہتا ہوں تم اسی ملک میں رہو۔ہانیہ وہ ٹھیک ہے تمہارے ساتھ؟"

ہانیہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"ہاں بہت زیادہ ٹھیک۔ائیر پورٹ پہ بھی آئے تھے لینے کے لیے۔ابھی ایک میٹنگ میں گئے ہیں۔آج انہوں نے بچوں کے ساتھ بھی خاصا وقت گزارا۔"

"تم کہہ رہی ہو تو مان لیتا ہوں۔تمہارا بھرم نہیں توڑ سکتا ناں۔وہ آیا ہو گا ائیر پورٹ پہ۔ہو سکتا ہے اس میں اتنی قابلیت ہو ایک وقت میں دو جگہ موجود ہونے کی۔ہو سکتا وہ ایر پورٹ پر ہی رہا ہو کسی عورت کو بانہوں میں لیے بیچ پہ نہ رہا ہو۔"وہ بڑی نرمی سے بولتا رہا اور ہانیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کبیر پلیز۔اس وقت میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔میں کمفرٹ چاہتی ہوں۔اور تم میرا کمفرٹ ہو کبیر۔"وہ تھک کر بولی۔

"اور تم میری سب سے قیمتی متاع ہو۔میں تمہیں یوں رلنے نہیں دے سکتا۔"

"تم نے آج جو مدیحہ کے لیے کیا میں اس کا کیا مطلب سمجھوں؟"وہ بات بدل گئی۔

"اوہ کم آن یار۔سارے راستے نادر بھی اسی سوال سے مجھے زچ کرتا ہوا آیا ہے۔وہ مجھے جس جگہ ، جس حالت میں ملی تھیں۔اس کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی میں یہی کرتا۔۔عورت ہی نہیں کوئی بھی انسان ہوتا میں یہی کرتا۔رہ گیا سوال اس کے پاس سے نہ ملنے کا تو میں ایک اکیلی لڑکی جو اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھی اسے کس کے بھروسے چھوڑ کر کہیں جاتا؟"وہ جیسے برامان گیا تھا۔ہانیہ ہنس دی۔

"تم اس کے گھر والوں کو اطلاع دیتے۔وہ پہنچ جاتے تو تم واپس آجاتے۔"

تمہیں لگتا ہے میں نے کال نہیں کی؟میں نے ان کے بھائی کو کئی کال کی۔وہ کال نہیں اٹھا رہا تھا تو میں نے نادر کو ان کے گھر بھیجا وہاں صرف ان کا ایک ملازم ملا۔اس نے بتایا کہ ان کا بھائی ہاسٹل

چلا گیا ہے۔ہاسٹل پتہ کیا تو وہاں سے خبر آئی وہ نہیں آیا۔میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔ان کی فیملی میں ان کے بھائی کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔مجھے نہیں ٹھیک لگا ان کے کسی کزن کو اطلاع دینا۔وہ نہ جانے کیا سوچتے ان کے بارے میں۔جیسے حالات ان کے اپنے خاندان سے چل رہے ہیں۔میرا دل نہیں چاہا۔کسی کو کو کچھ بھی بتانے کا۔"

"اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس نے کسی سے رابطہ کیا؟"

"نہیں۔میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ اگر وہ اپنے بھائی کو بتانا چاہیں تو کال کر لیں۔منع کر دیا انہوں نے۔کافی عجیب بات ہے۔"وہ دور آسمان پہ چھائے بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اس نے تم سے نہیں پوچھا تم اتنے کیوں مہربان کیوں ہو رہے ہو؟اس کے دماغ میں بھی تو وہی چل سکتا ہے جو میرے دماغ میں ہے۔"وہ ہاتھ میں نیل پالش لگا رہی تھی۔ناخنوں پہ پھونک مارا۔پھر سلاد کی پلیٹ اٹھالی۔

"وہ تمہارے جیسا دماغ نہیں رکھتیں۔بلکہ ایک منٹ مجھے تصحیح کرنے دو۔کوئی ان کے جیسا دماغ نہیں رکھتا۔ہر وقت لوگوں کو زچ کرنے،الٹی سیدھی حرکتیں کرنے،دماغ گھمادینے والی باتوں

کے علاوہ ان کے دماغ میں خون خرابا اور مار دھاڑ جیسی باتیں ہی چلتی رہتی ہیں۔ وہ ایک نارمل انسان تھوڑی ہیں جو کچھ سوچیں گی۔" کبیر منہ بنا کر بول رہا تھا۔ ہانیہ ہنسنے لگی۔

"تم اس سے مقابلے بازی ختم کر دو کبیر۔ یہ دنیا کبھی اس کے ساتھ رحمدلی نہ دکھا سکی۔ اس نے بہت کچھ جھیلا ہے۔ مجھے اس پہ بہت ترس آتا ہے۔ یہ اتنی جنونی، بے حس، سرد دل لڑکی کے اندر ایک زخمی لڑکی موجود ہے۔ کوئی اس کے راز نہ جان لے شاید اس وجہ سے وہ ایسی ہو گئی ہے۔ اتنی عجیب۔ کبیر تم بھی جانتے ہو وہ savage نہیں بہت سادہ ہے۔" ہانیہ رنج اور افسوس کی ملی جلی کیفیت میں تھی۔ اس نے اپنا سر جھٹکا۔

"سب جھول ہے۔ جانتا ہوں میں۔" کپ میں رکھی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ جسے وہ ایک ہی گھونٹ میں پی گیا۔

"تم آج بھی اسے آپ کہتے ہو۔ اس کی بات ٹالنا تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ تمہارے دل میں اب اس کے لیے پہلے جیسی بات نہیں رہی۔" کبیر نے گہری سانس لی پھر اعتراف کر ہی دیا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں میں انہیں آپ کہتا ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ میں انہیں تم کہنے لگ جاؤں لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ کچھ باتیں ہمارے اختیار سے باہر ہوتی ہیں۔ میں نہیں جانتا تم میرے دل میں موجود کس چیز کی بات کر رہی ہو لیکن مدیحہ کی عزت میرے دل میں مدیحہ کی وجہ سے نہیں۔" اس نے جیسے لفظ جوڑنا چاہے۔

"میں ان کی عزت وکیل صاحب کی وجہ سے کرتا ہوں۔ انہوں نے کبھی انہیں تم کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ بڑی عزت سے پیش آتے تھے ان کے ساتھ۔ رہ گیا سوال باتیں ماننے کا تو میں نے صرف اپنا کام کروایا ہے ان سے۔ ان کے مشورے ماننا میری مجبوری تھی۔ تم اپنے دل و دماغ سے بیکار کی باتیں نکال دو۔ ہمارے درمیان وہ جوڑنے کی کوشش مت کرو جو سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔" ہانیہ کا منہ بن گیا۔ جیسے اس کی صاف گوئی پسند نہ آئی ہو۔

"پھر اب تم کیا کرو گے؟"

"میں انہیں آپ کہا کروں گا۔ مجھ سے اداکاری نہیں ہوتی۔ جو ہے سو ہے۔" اس نے لاپرواہی سے جانے اچکا دیے۔ "میں نے ایک بہت عجیب چیز دیکھی۔" وہ یوں بولا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا

ہو۔اسے یہ بات کسی سے بتانا چاہیے یا نہیں۔ مگر سامنے 'کسی' نہیں ہانیہ تھی۔اس کی بیسٹ فرینڈ۔

"کیا دیکھا؟"

"میں نے ان کے گلے میں کالی موتی والی چین دیکھی۔اب میں اس کا کیا مطلب سمجھوں؟" ہانیہ کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔کیا اب بھی یہ ممکن تھا؟

"کبیر کیا وہ۔"

"ہانیہ پلیز۔میں ایسی کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔تم یہ کیا کھا رہی ہو کب سے؟ بلکہ لیٹ می گیس۔تم پہ پھر کسی نے اپنا تبصرہ کیا؟تم کب سدھرو گی ہانیہ۔"اس کے ہاتھ میں پکڑی سلاد کی پلیٹ دیکھ کر وہ افسوس سے بولا۔ہانیہ کو جیسے کوئی فرق نہ پڑا۔وہ یونہی اسی طرح کھاتی رہی۔

"میں intermittent فاسٹنگ کر رہی ہوں اور اپنی مرضی سے کر رہی ہوں۔ تمہیں ہمیشہ ایسا ہی لگتا ہے کہ میں دوسروں کی باتوں میں آجاتی ہوں۔ حالانکہ مجھے کسی نے نہیں کہا کچھ۔" وہ اس کے منہ پھلانے سے متاثر نہیں ہوا۔

"موٹاپا کسی بھی انسان کے لیے اچھا نہیں ہوتا ہے۔ میں تمہاری اس محنت کو ضرور سراہتا اگر تم موٹی ہوئی ہوتیں۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔ کھانا تمہاری کمزوری ہے۔ تم کم از کم اپنے لیے اتنے جتن نہیں کر سکتی۔ کسی نے تمہیں یہ کہا ہوگا کہ تم اوورویٹ ہوگئی ہو۔ اور بس پھر تم نے ایفرٹس لگانا شروع کر دیا۔"

"میں اپنا خیال رکھ رہی ہوں۔" وہ لہجے میں اعتماد پیدا کرتے ہوئے بولی۔ مگر سامنے کبیر مراد تھا۔ ہانیہ ساری دنیا سے جھوٹ بول سکتی تھی پر اس سے نہیں۔ اول وہ اس کے جھوٹ پہ یقین نہیں کرتا تھا۔ وہ فوراً اصل معاملہ جان لیتا تھا۔ دوسرا وہ اس کے سامنے کمزور پڑ جایا کرتی تھی۔ وہ اس سے جھوٹ بول ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ بولنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اپنا خیال اپنے لیے رکھا جاتا ہے دوسروں کے لیے نہیں۔ اپنی فٹنس کا اپنے چہرے کا خیال تمہیں اسی وقت آتا ہے جو کوئی کسی طرح کا تبصرہ کرے۔ کوئی دوسرا اب آپ کے وزن پہ یا آپ کی رنگت پہ کمنٹس کرے تو آپ کو چاہیے آپ اس کے سامنے ڈھیٹ بن جائیں۔ کیونکہ آپ کی دبی ہوئی رنگت۔ چہرے کے پمپلز یا آپ کا بڑھا ہوا وزن انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں

دے رہا۔کل کو اگر اس نے تم سے کہہ دیا کہ ہانیہ تمہارے چہرے پہ دانے نکل رہے ہیں تو تم اپنے دانوں کا علاج کرنے فوراً نکل پڑو گی۔اس سے پہلے تک تم اپنے اس دانے کے ساتھ اتنی ہی نارمل رہو گی جتنا بغیر دانوں والے چہرے کے ساتھ رہتی ہو۔" ہانیہ نے فوراً اپنے گال پہ ہاتھ رکھا۔وہاں دو سرخ دانے نکلے تھے۔

"دوسروں کی باتیں سن کر خود پہ عمل کرنے کی ضرورت تب ہوتی ہے۔جب ہمارا جسم ان کی تکلیف کا سبب بن رہا ہو۔"

"جیسے؟"

"کچھ صورتوں میں ہمارا جسم واقعی دوسروں کو تکلیف دیتا ہے۔مثلاً کسی کے بدن سے پسینے کی بدبو آتی ہو یا پھر کسی سانس بدبودار ہو۔پھر اگلے انسان کو پرابلم ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ایک جگہ رہنے میں۔یا پھر اگر کسی کو ایسی بیماری ہو جس کے انفیکشن سے دوسرے انسان اس بیماری کو پکڑ لیں۔"

"جیسے تمہیں جب زکام ہوتا ہے تو گھر کے ملازمین کو بھی زکام پکڑ لیتا ہے تمہاری چھینکوں سے۔"

"ہاں بالکل۔ پھر اس صورت میں ہمارا جسم ان کی تکلیف کا سبب بن رہا ہے۔ اگر دوسرے ٹوک دیں تو ان کی بات پہ دھیان بھی دینا چاہیے اور وہ اگر اس کو سدھارنے کے لیے کہیں تو عمل بھی کرنا چاہیے۔ اور تم ہانیہ مراد تمہارا بڑھتا ہوا وزن کسی کی تکلیف کا باعث نہیں۔" اس نے دھیرے سے سر ہلایا۔ "تمہارا جسم جب تمہیں تکلیف دینے لگے پھر اتنی جدوجہد کرو۔ کیونکہ تمہارا وزن بالکل ٹھیک ہے۔"

"یعنی میں کسی کی تکلیف کی وجہ نہیں بن رہی۔"

www.novelsclubb.com

"بالکل۔ تمہارے جم ٹرینر نے تم سے کہا تھا کہ تو ایکسٹرا ورک آؤٹ کرو؟ یا اس نے تمہاری ڈائیٹ بدلنے پہ زور دیا؟" ہانیہ نے بالکل دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔ کبیر مسکرانے لگا۔ بچپن میں بھی وہ ایسی ہی حرکتیں کیا کرتی تھی کبیر اسے گھنٹوں بیٹھ کر سمجھایا کرتا تھا۔ آج دو بچوں کی ماں بن کے بھی وہ کبیر کے لیے اتنی ہی سادہ اور نادان تھی جتنا کہ بچپن میں ہوا کرتی تھی۔

"سچ بتاؤں کبیر۔مجھے کافی بھوک محسوس ہو رہی ہے۔میں کچھ اچھا سا کھا کے آتی ہوں۔" وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔انداز معصومیت بھرا ہوا تھا۔وہ مسکرانے لگا۔کیا اتنی سادہ اور معصوم عورت ایان جیسے شخص کو ڈیزرو کرتی تھی؟ کبیر کی مسکراہٹ یک لخظ ہی سمٹی۔

"میں ایان سے ملنے آرہا ہوں۔شاید اگلے ماہ یا اس کے بعد۔" ہانیہ لمحے بھر کو رکی۔

"کیوں؟"

"مجھے نہیں معلوم اس کی دشمنی کیا ہے مجھ سے؟ کس بات کا بدلہ لے رہا ہے وہ؟ اس کی وجہ سے ہماری کروڑوں کی ڈیل کینسل ہوگئی۔مرادز سے اچھا انویسٹر اس نے دوسری کمپنی کو ڈھونڈ کے دیا اور اب انہوں نے پروجیکٹ کے بیچ میں ہی کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔بس ایک دفعہ اس سے مل کر سارے حساب ختم کرنا چاہتا ہوں۔" ہانیہ کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔

"میں اس لیے ہی کہتی ہوں کبیر مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو اور مجھ سے دور رہو۔اپنی زندگی مت برباد کرو۔وہ بہت برا آدمی ہے۔یہ تمہاری دن رات کی محنت ہے۔وہ ایسے نہیں تباہ کر سکتا۔"

"ہانیہ میں صرف تمہاری وجہ سے خاموش ہوں۔ورنہ ایان جیسے لوگوں کو میں اپنے جوتے سے مسل کرر کھ سکتاہوں۔میں صرف اس سے ایک رشتہ جڑ جانے کی وجہ سے۔۔۔چپ ہوں۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ہانیہ کے آنسو اسے کمزور کر دیتے تھے۔

"تم رو نہیں پلیز۔میں صرف اس سے بات کرنے آرہاہوں۔اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔مجھے اگرایسا کچھ بھی کرناہوتاتو میں بہت پہلے ہی کر چکاہوتا۔تمہیں بھروسہ نہیں ہے مجھ پہ؟ میرا بھاری نقصان ہواہے۔کیامجھے اتنا بھی حق نہیں کہ میں اس سے کوئی سوال کرسکوں؟"وہ بس خاموشی سے آنسو بہارہی تھی۔کبیر جو پریشانی سے بول رہاتھا۔چپ ہوا۔

"فار گاڈسیک ہانیہ۔اگر تم چپ نہ ہوئی تو میں اس حرامزادے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا پھر روتی رہناساری عمراس آدمی کے لیے۔گھر میں ممی مجھے باتیں سناتی ہیں اوراب تم بھی۔میں اپنے گھر کی خواتین اوران کی غلامی سے بہت تنگ آگیاہوں۔وہ بھی سمجھتاہو گا کبیر مراد کتنا کم ظرف اور کمزور آدمی ہے۔"س کابس نہیں چل رہاتھا کہ وہ اس آدمی کو گولی ماردے۔

www.novelsclubb.com

"میں اس کے لیے نہیں رو رہی۔ میں اپنی قسمت پہ رو رہی ہوں کبیر۔ میری وجہ سے تمہیں کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں اس سے ملنے سے نہیں روکوں گی۔ نہ ہی میں یہ کہوں گی کہ تم ہاتھوں کا استعمال مت کرنا۔ بس ایک چیز کا بہت دھیان دینا کہ وہ میرے دو معصوم بچوں کا باپ ہے۔" کبیر نے گہری سانس لی۔

"تم مجھے ہر چیز سے روک چکی ہو۔ کچھ نہیں کروں گا میں تمہارے شوہر کو۔ بے فکر ہو جاؤ۔ خدا حافظ۔" اس نے اپنی پیشانی مسلتی ہوئے کہا پھر بغیر اس کی بات سنے اس نے کال کاٹ دی۔

موبائل بند کر کے وہ تھکے تھکے قدم اٹھاتا کمرے میں چلا آیا۔

ممی اور وہ بس دو ہی عورتیں اس کی زندگی میں تھیں۔ اسے پیار صرف ہانیہ سے محسوس ہوتا تھا۔ البتہ ممی کے لیے اس کے احساس مر چکے تھے۔ نہ وہ ان سے نفرت محسوس کرتا تھا نہ ہی اسے ان سے محبت تھی۔ ہانیہ کے آنسو سیدھا اس کے دل پہ گرتے تھے۔ وہ مسکراتی تھی تو کبیر خوشی محسوس کرتا تھا۔ وہ تکلیف میں رہتی تو کبیر خود بھی اس کے ساتھ ساری رات جاگا کرتا تھا۔ آج

www.novelsclubb.com

ہانیہ تکلیف میں تھی اور آج کی رات کبیر مراد نے پھر جاگ کے ہی گزار دینی تھی۔ وہ آسمان پہ پھیلی سیاہی کو دیکھنے لگا۔ اس امید سے کہ شاید اگلے صبح کچھ تبدیلی لے آئے اس کی زندگی میں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی۔ آج ہلکی پھلکی پھوار نے موسم کو مزید حبس زدہ کر دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔ آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔ جواد کو ہر گزرتے لمحے میں سینے پہ ایک بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ تھانے سے گھر آجانے تک ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ مدیحہ نے بولنا تو دور اس کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔

وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ معافی مانگنا چاہتا تھا۔ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے اتنی پٹیاں کیوں بندھی ہیں؟ اس کے چہرے پہ اتنا بڑا کٹ کیسے آگا؟ وہ اس سے بہت کچھ کہنا اور پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ نہیں کہہ سکا نہیں پوچھ سکا۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی۔

شرٹ کے بٹن بند ہو گئے تھے مگر وہ چپ چاپ وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً مدیحہ دروازہ دھاڑ سے کھول کر اندر آئی۔ اسے اسی طرح اگنور کر کے باتھروم میں گئی۔ وہاں موجود اس نے جواد کی اتاری ہوئی شرٹ اٹھائی اور اسی طرح واپس نکل گئی۔

جواد اس کے پیچھے سیڑھیاں اترتا ہوا آیا۔ وہ باہر لان میں جا رہی تھی۔ مدیحہ نے شرٹ زمین پہ پھینکی۔ اور ماچس سلگا کر اس پہ پھینکی۔ آگ ایک تیز الاؤ فضا میں بلند ہوا۔ اس کے کپڑوں پہ شراب گری تھی۔ ایک ناگوار سی بو سارے میں پھیل گئی۔ جواد نے بے ساختہ اپنی ناک پہ ہاتھ رکھا مگر وہ اسی طرح سرخ آنکھوں سے آگ کو دیکھتی رہی۔

"مدیحہ میں نے جان بوجھ کر ڈرنک نہیں۔۔" ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پہ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوا۔ ہونٹ کا کنارہ پھٹ کر اس سے خون رسنے لگا۔ مدیحہ نیشنل لیول مارشل آرٹس چیمپیئن تھی۔ اس کا ایک تھپڑ ہی کافی تھا۔

www.novelsclubb.com

"ایک بار میری بات تو سن لیں۔" مدیحہ نے دوسرا تھپڑ اسے مارا اور ایسے کئی تھپڑ اسے مارے۔ ہاتھ میں بندھی پٹی سے خون کی دھار نکلنے لگی تو اس نے اپنا ہاتھ روکا۔ یہ چوٹ اسے ہاتھ میں پتھر لگنے سے آئی تھی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اپنے گناہ کو جسٹیفائی کرنے کی؟ تمہیں واقعی لگا تمہاری بکواس سن لوں گی میں؟ گدھی لگتی ہوں میں تمہیں؟ میں دن رات کتوں کی طرح اس لیے نہیں کماتی کہ تم اسے حرام پہ اڑا دو۔" وہ بولی نہیں غرائی تھی۔ جواد نے اس کے ہاتھ کے زخم کو دیکھا اس کے دل کو کچھ ہوا۔ مگر وہ اس سے لاپرواہ اسے جھڑک رہی تھی۔

"کیا جان بوجھ کر نہیں کیا؟ لوگوں نے زبردستی تمہارا منہ پکڑ کر تمہیں شراب پلائی؟ بچے ہو تم؟ تمہارے فیڈر میں بھر کے شراب دے دی اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلا؟" وہ آگے آیا۔

مدیحہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"میری بات تو سن لیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

www.novelsclubb.com

"تمہارا باپ بھی کبھی گیا تھا جیل؟ ہاں؟ بولو جواب دو۔ آج وہ زندہ ہوتے تو تمہیں سلاخوں کے پیچھے کھڑا دیکھ بہت پراؤڈ فیل کرتے؟" وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ مدیحہ نے ہاتھ میں بندھی پٹی نوچ کے اتاری پھر بغیر اس کی طرف دیکھے وہ واپس اندر چلی گئی۔ جواد بھی اس کے پیچھے لپکا مگر وہ دروازہ اندر سے لاک کر چکی تھی۔ وہ چپ چاپ سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا۔ آنکھ سے بھر بھر کے آنسو گر رہے تھے۔

اگلے صبح مدیحہ آفس کے لیے تیار ہو کر باہر نکلی تو اسے سیڑھیوں پہ سوتا ہوا پایا۔ اس کے دروازہ بند کرنے پہ جواد نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ جو بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔ ہونٹ کا کنارہ سوجا ہوا تھا اور گال پہ انگلیوں کے نشان موجود تھے۔ مدیحہ اسے نظر انداز کر کے باہر چلی گئی۔ وہ اس کے پیچھے آوازیں دیتا ہوا آرہا تھا۔ مگر بے کار۔ وہ جا چکی تھی۔ جواد تھک کر وہیں بیٹھ گیا۔

"میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" صبح کی گئی وہ رات گیارہ بجے گھر لوٹی تھی۔ جواد نے اسے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ کچھ دیر وہیں سوچتا رہا پھر اٹھ کر اندر آگیا۔ وہ اپنے کمرے میں چند فائل پھیلائے بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں نہیں کرنا چاہتی۔"

"مدیحہ پلیز۔" وہ اس کے قریب چلا آیا۔ وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا۔ "مجھے کچھ کہہ تو لینے دیں۔ مار لیں۔ ڈانٹ لیں۔ گھر سے نکال دیں۔ کچھ تو کریں جس سے آپ کا غصّہ ختم ہو جائے۔"

"کس نے کہا مجھے غصّہ ہے کسی بات پہ؟ مجھے غصہ نہیں آیا۔" وہ کہنا چاہتی تھی کہ میں ناراض نہیں میں ہرٹ ہوں۔ لیکن نہیں کہہ سکی۔

"آئی ایم سوری۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟ اور جو تم نے کیا اس کی کوئی معافی ہے؟ تم نے ہاتھ اٹھایا ہے جواد۔ تمہیں لگتا ہے تمہیں اس کے لیے معافی مل سکتی ہے؟ بہت غلط اندازے لگائے بیٹھے ہو۔" وہ اتنے دھیرے بولی کہ جواد بمشکل ہی اس کی بات سن پایا۔

"میں وضاحت کر سکتا ہوں۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ کام کر رہی ہوں ڈسٹرب مت کرو۔" وہ بے زار سی فائل ادھر ادھر رکھ رہی تھی۔ جواد چپ رہا۔ کئی لمحے یوں ہی گزر گئے وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

"چلے جاؤ جواد۔ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ یہ میرے بھی باپ کا گھر ہے۔ جیسا تم نے کہا۔"

"میں جانتا ہوں۔" وہ دھیرے سے بولا۔ مدیحہ فائلوں کو ایک طرف رکھ کر متوجہ ہوئی۔

"ہاں بالکل۔ پوچھو گے نہیں کیوں؟ کیونکہ جواد یہ کسی کے باپ کا گھر نہیں۔ یہ میرا گھر ہے۔ مرنے سے پہلے میرے نام کر گئے تھے وہ یہ گھر، جس کا نام لے کر تم مجھے کمرے سے نکل جانے کا کہہ رہے تھے۔ میں تمہیں تمہاری طرح اس کمرے سے نکل جانے کا بھی نہیں کہوں گی۔ ضرورت پڑنے پر میں تمہیں اپنے گھر سے نکال دوں گی۔" وہ بہت سکون سے بولی۔ جواد کی آنکھوں کی جوت بجھ سی گئی۔

"اور تمہیں اب اس بات کی فکر ہو رہی ہو گی کہ مجھے اس طرح ٹریٹ کرنے کے بعد میں شاید تمہاری لاکھوں کی عیاشیاں روک دوں۔ تمہارے خرچے وغیرہ اب کون سب دیکھے گا تو بے فکر

ہو جاؤ۔پہلے بھی تمہاری ذمہ داری میرے سر تھی۔اب بھی اسے میں ہی اٹھاؤں گی۔کیونکہ تم میرا خاندان ہو اور میں اپنے خاندان کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔اس لیے تمہیں میری جی حضوری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"میرا خدا گواہ ہے میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔"اس نے تیزی سے کہا۔

""اتنے سے تھے تم جب ماں ہمیشہ کے لیے ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں۔"اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔"تب سے سارے گھر کی ذمہ داری میں نے اپنے سر لے لی۔کیا عمر تھی اس وقت میری؟ کسی طور پہ جب میں نے حالات کو قبول کر لیا تو بابا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔"اس نے بہت سارا ضبط کیا۔جواد نے اپنی گردن جھکا لی۔

www.novelsclubb.com

"کبھی تم نے پوچھا کہ مدیحہ آپ نے اکیلے کیسے گھر سنبھالا یا پھر ہاسپٹل میں بابا کو کیسے سنبھالا؟ کبھی تم نے پوچھا کہ کس ہمت سے میں دوڑ بھاگ کر کے بابا کی ڈیڈ باڈی گھر لے آئی؟ صرف اٹھارہ سال کی تھی میں اس وقت۔تم آج بیس اکیس سال کے ہو کر اتنے جزباتی ہو رہے ہو۔

اس وقت میرے دل پہ کیا گزری کبھی جاننے کی کوشش کی تم نے؟" وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"ابھی میرے باپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا جب ان کے رشتے داروں کے جوتے کھائے میں نے۔اتنی رقم جو استعمال کر لی تھی اپنے باپ کی تدفین میں۔ صرف کچھ گھنٹوں میں مجھے احساس دلا دیا گیا کہ میں اب ایک یتیم ہوں۔ کبھی تمہیں اس کا خیال نہیں؟ اس بات کا جواب لینے آئے تم؟"

"تم وہیں کھڑے سب دیکھتے رہے۔ تب تم بچے تھے۔اس وقت تمہارے حصے کی مار میں نے کھائی تھی۔ آج تم بڑے ہو گئے ہو اور آج بھی تمہارے حصے کا دکھ میں اٹھا لیتی ہوں۔ میں ہر دفعہ تمہارے حصے کی پریشانی کھا جاتی ہوں۔ میں ہر بار تمہیں کڑی دھوپ سے بچا لیتی ہوں۔ میں ہر بار تمہارے حصے کی بھوک برداشت کر لیتی ہوں۔ میں آئندہ بھی یہی کروں گی۔ کیونکہ تم صرف میرے بھائی نہیں ہو۔ تم وہ ہستی ہو جس پہ مدیحہ فاروق نے اپنے ایفرٹس لگائے ہیں۔

www.novelsclubb.com

جس پہ مدیحہ فاروق پچھلے بیس اکیس سالوں سے اپنا پیار، قدر، احساس انویسٹ کرتی آئی ہے۔اس لیے پریشان مت ہو اور جا کر سو جاؤ۔" وہ اس کا کندھا تھپک کر بولی۔

"اور سنو یہ وہ ساری فائلز ہیں۔اس تحقیقات کا ڈیٹا جو بابا کی موت کے بعد کی گئ تھی۔تم شوق سے اسے دیکھ سکتے ہو جسے چاہے کورٹ میں گھسیٹ سکتے ہو۔جو دل کرے کر سکتے ہو۔انہیں اٹھاؤ اور جاؤ۔میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔"اس نے ہاتھ سے فائل پہ جمی گرد جھاڑی اور اس کی طرف بڑھائی۔

"نکل جانے دیں۔کب تک روک کے رکھیں گی یہ آنسوں۔" ہر چیز سے بے نیاز وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔

"اب نہیں نکلیں گے۔مدیحہ فاروق کے آنسوں غیروں کے سامنے نہیں گرتے۔" وہ گلابی ہوتی نظریں اس کے چہرے پہ گاڑتے ہوئے بڑبڑائی۔جواد کئی لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔کچھ دیر بعد مدیحہ کو گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ایک آنسوں ٹوٹ کر اس کے گال پہ بہہ گیا۔جسے اس نے رگڑ کر صاف کیا۔اب رونے کا وقت جا چکا ہے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج کئی دنوں کے بعد دہلی کی صبح کافی خوشگوار سی اتری تھی۔ موسم کھلا کھلا سا تھا۔ برسات کی بہار پورے دہلی میں پھیلی تھی۔ چاندنی چوک کی گلیوں میں اشتہار انگیز کھانوں اور بڑے برتنوں میں ابلتی چائے کی خوشبو نے گھیرا کیا ہوا تھا۔

ایسے میں وہ گاڑی ایک سائیڈ کھڑی کر کے باہر نکلی۔ آج اس نے سفید بند گلے والے لمبے کرتے پہ نیلی جینز پہن رکھی تھی۔ زخم اب بھر چکے تھے مگر نشان باقی تھے۔ چہرے پہ لگے کٹ کے نشان کو اس نے کنسیلر سے چھپا دیا تھا۔ آستینیں پوری ہونے کی وجہ سے ہاتھ کے زخم بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ عادت کے خلاف اس نے ہیلز کے بجائے اسنیکرز پہن رکھے تھے۔ آج وہ اکیلی نہیں آئی تھی۔ چھوٹو کندھے پہ کالج بیگ لٹکائے اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

"کتنا لمبا راستہ اور ہے باجی؟" وہ پھولتی ہوئی سانس کے درمیان بولا۔

"بس پہنچ گئے۔ اتنا ہانپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی ہم کہیں اور بھی جائیں گے۔"

www.novelsclubb.com

"کہاں جانا ہے؟" وہ ایک کرانے کی دکان کے سامنے آرکی۔اندر اپنے کپڑوں میں پھنسا ہوا سا دکاندار بیٹھا تھا۔مدیحہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شناسائی ابھری۔

"زیادہ سوال جواب مت کیا کرو۔سیدھے ہو کر کھڑے رہو۔اور تم نے میرا کام کیا؟" وہ اسے ڈپٹ کر دکاندار سے بولی۔

"زیادہ نہیں مل سکا۔" اس نے ایک لفافہ مدیحہ کو تھمایا۔مدیحہ کی آنکھیں چمکیں۔

"اتنا بھی بہت ہے۔تمہاری پے منٹ تمہیں مل جائے گی۔" وہ نظریں بچا کر جس طرح آئی تھی۔واپس اسی طرح جانے لگی۔چھوٹو اس کے قدم سے قدم ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ عادتاً کافی تیز چلتی تھی۔

"اس میں کیا ہے؟" وہ گاڑی میں آکر بیٹھے تو چھوٹو نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

"اس میں چرس ہے۔چاہیے تمہیں؟" وہ ان ہی چمکتی آنکھیں سے بولی۔چھوٹو چپ ہو گیا۔اس کا چپ رہنا ہی ٹھیک تھا۔

www.novelsclubb.com

اگلے ایک گھنٹے میں وہ چھوٹو کو ڈراپ کر کے ایک تنگ سی گلی کے سامنے کھڑی تھی۔اسے افسوس ہوا اگر وہ فصیح کی بہن سے اس کا نمبر لے لیتی تو اتنی مشکل نہیں ہوتی ایڈریس سمجھنے میں۔

بالآخر زرین کے بتائے ہوئے پتے کے سامنے کھڑی وہ لوہے کی سیڑھیوں کو دیکھ رہی تھی۔جو ایک ٹوٹے سے مکان تک جا رہی تھیں۔یہ اس علاقے سے بالکل الگ جگہ تھی۔جہاں اسٹوڈنٹ رہتے تھے۔اس نے زنگ لگی سیڑھیوں پہ چڑھنا شروع کیا۔دروازے پہ دستک دے کر وہ کھڑی تھی۔

"کون ہے؟" اندر سے پوچھا گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں ہوں۔مدیحہ۔دروازہ کھولیں۔" اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا۔مدیحہ اندر گئی تو اسی تیزی سے بند بھی کر دیا گیا۔دروازہ کھولنے والی زرین تھی۔گہرے جامنی رنگ کے سوٹ میں ملبوس سفید دوپٹہ سختی سے سر پہ لپیٹے وہ روئی ہوئی آنکھیں لیے سامنے آئی۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کے ایک کونے میں دو چارپائی بچھائی گئی تھی اور دوسرے کونے کو کچن کے طور پہ استعمال کیا جا رہا تھا۔ کمرے میں ایک دروازہ کھلتا تھا۔ غالباً وہ واشروم تھا اس کے سامنے لوہے کی سیڑھیاں اوپر کی اور جاتی تھیں۔ اس کمرے میں فرنیچر کے نام پہ بس وہی دو چارپائی تھی اور اس کے علاوہ ایک چھوٹا ٹی وی تھا۔ جس پہ نیوز چل رہی تھی۔

ایک چارپائی پہ احمد انکل بیٹھے مسلسل کھانس اور بلغم تھوک رہے تھے۔ بالوں پہ سفیدی اتر آئی تھی اور جسم پہلے سے کافی کمزور اور بوڑھا ہو گیا تھا۔ مدیحہ قدم قدم چلتی ہوئی ان کے پاس گئی۔ ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ وہ والہانہ انداز میں اس کی طرف لپکے اور اس کا سر چوما۔

"بڑی دیر کر دی آنے میں بیٹا۔" وہ اس سے الگ ہو کر بولے۔

www.novelsclubb.com

"بالکل صحیح وقت پہ آئی ہوں۔" مدیحہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ ان کے پاس سے ایک عجیب اور گندی بو آ رہی تھی۔ اس نے غور سے دیکھا ان کے کپڑے بہت گندے تھے۔ بستر پہ جا بجا گند پھیلی ہوئی تھی۔ آہ وہ معزور انسان تھے۔ انہیں ان کاموں کے لیے نرس کی ضرورت تھی۔ یہ زرین کی ہمت تھی جو اس نے یہ ذمہ داری بھی اٹھا رکھی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟ میرے آس پاس کی گندگی کو؟ بیٹی ہے ناں اس لیے ان کاموں کو نہیں کرنے دیتا۔ بیٹا ہوتا تو شاید کوئی اور بات ہوتی۔" زرین نے کراہ کر آنکھیں بند کیں۔ ایک اور بار صحیح۔ اس نے ان کی بات نظر انداز کر کے فرش پہ لگے کیچڑ کو کپڑے سے صاف کرنے لگی۔ جو مدیحہ کے جوتوں سے آ لگے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے انکل۔ زرین نے شاید اپنی ہمت سے زیادہ کیا ہے۔ کیسے ہیں آپ؟" وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولی۔

"کیسا ہو سکتا ہوں؟ جس باپ کا بیٹا بے رحمی سے مار دیا جائے اسے کیسا ہونا چاہیے؟"

"تندرست، باہمت، توانائی سے بھرپور۔ تاکہ وہ اس کے قاتلوں کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے سامنے لے آسکے۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیے۔ اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ فاروق کی اولاد کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ دفعتاً مدیحہ کی نظر زرین پہ گئی۔ وہ کپڑے کو تقریباً گھس رہی تھی فرش پہ۔

"آپ کی بیٹی کو او سی ڈی ہے؟"

"ہاں۔" انہوں نے دھیرے سے کہا۔ وہ یوں تھی جیسے اس کمرے میں موجود ہی نہ ہو۔

"میں آج آپ سے ملنے اس لیے بھی آئی ہوں تاکہ آپ کو اطلاع دے سکوں کہ آپ اب اس جگہ نہیں رہیں گے۔ میں آپ کو شفٹ کر رہی ہوں کچھ دنوں میں۔ مگر اس سے پہلے میں آپ سے جاننا چاہوں گی دراصل کیا ہوا تھا۔" انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ وہ سنتی رہی۔ زرین ایک کونے میں کھڑی بے آواز آنسو بہاتی رہی۔ ایک دو باتوں کے علاوہ انہوں نے سب وہی کہہ دہرایا جو زرین اس سے بتا چکی تھی۔

"میں نے ان دو تین مہینوں میں اپنی پوری کوشش کی اور میرے ہاتھ کچھ نہیں لگا۔ میرے پاس دو راستے ہیں یا تو میں پولیس میں جاؤں رپورٹ درج کرواؤں، آپ لوگوں کو پولیس کی پروٹیکشن میں دوں پھر تحقیقات کروں۔" وہ سانس لینے کو رکی۔

"اور دوسرا یہ کہ میں ایک ٹیم بناؤں پھر خفیہ طور پہ اس کی تحقیقات کروں اور ثبوت اکٹھا کر کے کورٹ میں پیش کر دوں۔ کیونکہ یہ ایک اکیلے انسان کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ قاتل جو کوئی

www.novelsclubb.com

بھی ہے بہت ہی کریمنل مائنڈ ہے۔اسے اکیلے ڈھونڈنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا سمندر میں گری بارش کی کوئی ایک بوند۔"

"آپ پہلے آپشن کے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں؟" زرین نے پہلی بار کچھ کہا۔

"ہاں میں سوچ سکتی ہوں۔ لیکن تمہیں پتہ ہے پھر کیا ہوگا؟ پھر ہوگا یہ کہ اس میں شامل ایک ایک انسان کو وہ اس قابل نہیں چھوڑے گا کہ وہ کچھ بھی کر سکے۔ بالکل جیسے تمہارے ابا اس وقت بیٹھے ہیں۔وہ دھیرے دھیرے ملنے والا سارا ثبوت مٹاتا جائے گا اور آخر میں یہ کیس ان کیسز میں شامل ہو جائے گا جن کی سنوائی آج تک نہیں ہوئی۔اور اس میں شامل کسی ایک بھی آدمی کو وہ نہیں بخشے گا۔ تمہارے خیال میں یہ کسی مڈل کلاس آدمی کا کام ہے؟ انہوں۔اس کے پیچھے ضرور کسی بارسوخ والے آدمی کا ہاتھ ہے۔ کوئی ایسا شخص جو اکثر انہی کاموں میں ملوث رہتا ہے۔" ٹی وی پہ آتی آوازیں اب تیز ہو رہی تھیں۔

"میں یہاں آپ سے یہی بتانے آئی ہوں کہ میں اب اگلا قدم کیا لوں گی۔ ہر چیز سے پہلے آپ دونوں کی حفاظت ضروری ہے اور۔۔" وہ پیچھے گھومی کہ زرین سے کہہ سکے ٹی وی کا والیوم

ڈھیر اکردے لیکن اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔اینکر جوش میں زور زور سے بولتا جار ہا تھا۔مدیحہ اسے نہیں سن رہی تھی بس وہ شاکنگ آنکھوں سے ہیڈ لائنز کو دیکھ رہی تھی۔

"بیٹا کیا ہوا؟"اسے شاک دیکھ کر احمد انکل نے اس سے پوچھا۔مدیحہ نے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا۔

"جس نیوز چینل میں، میں کام کرتی ہوں۔وہ چینل کبیر مراد نے خرید لیا ہے۔"

"کبیر کون؟"

"کبیر وہ کہ جس کا خون اب مجھ پہ معاف ہوا۔"وہ دھیرے سے بڑبڑائی۔وہ دونوں باپ بیٹی سن نہ سکے۔

"مراد خان کا پوتا ہے ابا۔"زرین انہیں بتا رہی تھی۔وہ ان سے معزرت کرتی ہوئی اٹھی۔اسے جلد از جلد آفس پہنچنا تھا۔

جس وقت وہ آفس پہنچی ہر طرف بھاگ دوڑ کا عالم تھا۔کچھ بھی ٹھیک نہیں تھا۔کوئی بھی اپنی جگہ پہ نہیں تھا۔اس نے ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ کسی سے نظیر سر کے بارے میں پوچھا۔وہ

www.novelsclubb.com

دوسرے فلور پہ تھے۔ مدیحہ لفٹ کی جانب بھاگی وہ خالی نہیں تھی۔ وہ اندھادھند سیڑھیوں کی طرف گئی۔ اسے جلد از جلد ان تک پہنچنا تھا۔

آگے سب سلوموشن میں ہونے لگا۔ رپورٹرز کی بھیڑ میں وہ ایک کرسی پہ بیٹھے تھے۔ اے سی کی کولنگ میں بھی چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے انہوں نے جوں ہی نظریں اٹھائیں لوگوں کی بھیڑ میں ایک طرف نم آنکھیں لیے وہ کھڑی تھی۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب آنے لگے۔ ان کے بے جان سے اٹھتے قدم نے اس نیوز کی تصدیق کر دی تھی۔ اس کی پلکوں سے لپٹا آنسو گرنے کو بے تاب تھا۔

"کیسی خبر تھی وہ؟" وہ دعا کر رہی تھی کہ وہ کہہ دیں وہ سب جھوٹ تھا۔ مگر جیسا انسان چاہے ہمیشہ ویسا کہاں ہوتا ہے؟

"نیوز چینلوں پہ جو بھی دکھایا جا رہا ہے۔ وہ سچ ہے۔" بس کہنے کی دیر تھی مدیحہ فاروق کے آنسوں ٹوٹ کر اس کے رخساروں پہ بہہ گئے۔ نظیر سریوں کھڑے ہو گئے کہ مدیحہ کا پورا وجود

www.novelsclubb.com

چھپ گیا۔اب صرف ان کی پشت نظر آرہی تھی۔مدیحہ فاروق روتی نہیں ہے۔اس بات کا بھرم بھی تو رکھنا تھا۔انہیں اس کا بھرم رکھنا آتا تھا۔

"وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہے ناں؟"اس نے اپنی گلابی پڑتی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔وہ بس بے بسی سے مسکرا دیے۔وہی نرم اور مہربان سی مسکراہٹ۔

"خدا تمہیں کبھی معاف نہ کرے کبیر۔"وہ اپنے گال رگڑتے ہوئے مسلسل یہی بات کہے جا رہی تھی۔یہ نیوز چینل نظیر سر کی کل جمع پونجی تھی۔ان کی ساری زندگی کی محنت۔وہ ان کے غم میں رو رہی تھی۔وہ ان کے لیے رو رہی تھی۔ایک فیصلہ کرتے ہوئے وہ مڑی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

یہاں سے دور ممبئی شہر میں واپس آؤ تو یہ ایک اسٹوڈیو کا منظر تھا۔اسٹوڈیو کے اندر ڈریسنگ روم میں رابیل ملک بیٹھی تھی۔میک اپ آرٹسٹ اس کے میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔آس پاس مختلف قسم کے ڈریسز ٹنگے ہوئے تھے۔

رابیل نے سرمئی رنگ کی لمبی فراک پہن رکھی تھی۔ گولڈن رنگ بالوں کو دائیں طرف کندھے پہ ڈال رکھا تھا۔ ایک آن لائن شاپنگ ایپ کی پروموشن کے لیے آج اس کا شوٹ تھا۔ اس کی مسلسل فلاپ ہوتی فلموں کی وجہ سے اب اسے کہیں کام نہیں مل رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے چھوٹے موٹے کام کرنے پڑ رہے تھے۔ اب یہ تو خدا جانتا ہے کہ کام نہ ملنے کی وجہ فلاپ فلمیں تھیں یا کسی کی سازش! شیشے کے سامنے بیٹھی وہ اضطراری انداز میں کسی کو کال ملا رہی تھی۔

"باہر سے میری مینیجر کو اندر بھیجنا۔" اس نے خود پہ جھکی میک اپ آرٹسٹ سے کہا۔ میک اپ آرٹسٹ فوراً باہر نکلی۔ وہ ایکٹریس بد تمیز، اکھڑ، مغرور سب تھی۔ اگر وہ فوراً وہاں سے نہ آتی تو اسے بڑی خواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ چند لمحوں کے بعد ایک چھوٹے قد کی عام سے نقوش والی لڑکی اندر آئی۔

"کبیر کہاں ہے؟ میں کل سے اسے مسلسل کالز کیے جا رہی ہوں۔ وہ اٹھا کیوں نہیں رہا؟" اس کے آتے ہی رابیل مانو جھپٹ پڑی اس پر۔ اس نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔

"میم میں پتہ کرواتی ہوں۔ایک بار آپ کا یہ شوٹ ختم ہو جائے۔"

"شوٹ مائی فٹ۔میرے اگلے سارے پلانز کینسل کر کے میرے لیے دہلی کی سیٹ بک کرواؤ۔"اس نے کانپتی ہوئی انگلیوں سے دوبارہ اسے کال ملائی۔مگر وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔

اگلے کئی گھنٹے وہ مصروف رہی تھی۔لیکن کبیر مراد ایک لمحے کے لیے بھی اس کے ذہن سے نہیں نکلا تھا۔نہ ذہن سے نہ ہی دل سے۔

کبیر لاکھ انکار کر لے مگر رابیل ملک آج بھی اس کے دل میں اسی طرح براجمان تھی جتنا کہ پہلے۔یہ خیال دل میں آتے ہی ایک مغرور مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔اگلے دن کی اس کی فلائٹ تھی۔بس کچھ گھنٹے دور پھر اس کا کبیر مراد اس کی آنکھوں کے سامنے ہو گا۔

شوٹ سے فارغ ہو کر وہ سیدھے جم گئی۔اس نے سیاہ اسپورٹس ٹی شرٹ پہ شارٹس پہن رکھے تھے۔ساتھ ہی سفید جیکٹ کندھے پہ ڈالے وہ ارد گرد سے لاپرواہ ورزش میں مصروف تھی۔ کمر تک گرتے بالوں کی اس نے پونی بنا رکھی تھی۔جانی پہچانی آواز پہ اس نے گردن گھمائی تو

www.novelsclubb.com

ایک ہاتھ کے فاصلے پہ اسے ڈھیلی ٹی شرٹ اور ٹریک پینٹ میں ملبوس خوبصورت سی ہانیہ مراد نظر آئی۔

ٹریڈمل پہ بھاگتی رابیل ملک رکی۔ پانی کی بوتل منہ سے لگاتے وہ اس کے پاس گئی۔

"تم مجھے اب تنگ کر رہے ہو کبیر۔ میں نے جو بھی تمہیں تصویریں بھیجی ہیں۔ ان میں سے کسی کو سلیکٹ کر کے بتاؤ۔ اور خبردار اگر جو تم نے سیاہ رنگ کا نام بھی لیا تو۔" رابیل اس کے قریب آئی تو واضح طور پہ اس کی بات سمجھ آنے لگی۔ یعنی وہ کبیر سے بات کر رہی تھی؟ رابیل نے کبیر کو دوبارہ کال ملائی بیل جا رہی تھی مگر کوئی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

اگر وہ ہانیہ سے بات کر رہا تھا تو لائن مصروف ہونی چاہیے تھی۔ کچھ تھا جو اسے بری طرح چبھا تھا۔ وہ اپنے تاثرات چھپاتی اس کے قریب گئی۔ رابیل نے اس کے ہاتھ میں پکڑے موبائل میں جھانکا۔ وہ ویڈیو کال تھا۔ کبیر غالباً ابھی نہا کے آیا تھا۔

"کبیر پہ سیاہ رنگ ہی جچتا ہے۔" وہ اس کے پاس جھک کر بولی۔ ہانیہ نے شاکڈ نظروں سے اسے دیکھا۔ رابیل بس اسکرین پہ نظر آتے کبیر کو دیکھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سوری مگر میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا۔ جب مانگنے آؤں تب دینا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ غالباً وہ جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"تم تو ملک سے باہر ہوتی تھی۔ ممبئی کب آئی؟" وہ رکی مگر پلٹی نہیں۔

"کہیں مت جاؤ ہانیہ۔ میں تم سے بات کیے بغیر نہ خود جاؤں گی نہ تمہیں جانے دوں گی۔" ہانیہ نے موبائل کی اسکرین کو دیکھا۔ کبیر نے اثبات میں سر ہلایا تو اس نے گہری سانس لی۔

اگلے لمحے میں وہ جم کے ساتھ بنے کیفے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پہ بے زار سی ہانیہ اور اس کے سامنے والی کرسی پہ رابیل بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ایک الگ تھلگ کونے کی میز پہ تھیں۔ رابیل کا رخ یوں تھا کہ کوئی بمشکل ہی اسے دیکھ پاتا تو اس نے بے فکر ہو کر اپنا ماسک اتارا۔

"تمہیں جو بھی کہنا ہو جلدی کہو۔ میرے گھر پہ میری فیملی میرا انتظار کر رہی ہے۔"

"فیملی۔ ہاہ۔ جب آپ کا خاندان آپ کو ڈس اون کر دے تو یوں ہی اسی طرح کی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔" اس نے گیلی سانس لے کر کہا۔ جس سے ہانیہ کو کوئی فرق نہیں پڑا۔

"کبیر کا دوسرا بھی کوئی نمبر ہے؟"

"جی ہاں ہے۔ جو صرف ان کے خاندان کی عورتوں کے لیے ہے۔" رابیل مسکرائی۔

"تم ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہی ہو جیسے میں نے اسے چھوڑ دیا ہو۔ میں اسے چھوڑ کر کہیں نہیں گئی تھی۔ وہ مجھے چھوڑ کے گیا۔"

"ہاں وہ چھوڑ کر گیا۔ تم نے چھوڑا نہیں مگر حالات ایسے بنائے کہ وہ مجبور ہو گیا اس پہ ورنہ کبیر مراد جھوٹی کمٹمنٹ نہیں کرتا۔ اور پلیز تم اپنے اور کبیر کے درمیان مجھے مت لے کر آؤ۔ میرے پاس سلجھانے کے لیے بہت اچھے مسائل اور ہیں۔" اسے سخت کوفت ہو رہی تھی۔

"میں تمہیں ہمارے بیچ نہ لے کر آؤں؟ واقعی؟ تم شروع سے ہمارے بیچ رہی ہو ہانیہ۔ تم کہیں نہیں گئی۔ پہلے نہ آج۔ میں وہ ہستی ہوں جس کے پاس آنے کے لیے ایک دنیا ہے جو تڑپتی ہے۔ مگر میں صرف کبیر کے قریب گئی۔ لیکن اس نے مجھے نظر انداز کیا اور اس کی وجہ تم ہو۔ جن لمحوں میں اسے میرے سوا کسی کو نہیں سوچنا چاہیے تھا۔ وہ اس وقت بھی تمہاری ایک کال پہ سب بھول جایا کرتا تھا۔ اسے نہ میں یاد رہتی تھی نہ میرا وجود۔" اس نے اپنے سینے پہ انگلی رکھ کر

کہا۔ہانیہ نے بڑے افسوس سے اسے دیکھا۔مردوں کی ہوس بھری نظروں پہ وہ فخر محسوس کر رہی تھی۔

"تو رابیل ملک تم خود کو اب معصوم کہہ رہی ہو؟ وکٹم کارڈ کھیلنے سے سچ نہیں بدل جائے گا۔کیا تم بھول گئی کہ دراصل ہوا کیا تھا؟ایسا دکھاوا مت کرو کہ جو ہوا اس میں میرے بھائی کا قصور تھا۔"

"میں مجبور تھی ہانیہ۔تم لوگ میری مجبوری کیوں نہیں سمجھتے؟" چند لمحوں کے بعد وہ گیلا چہرہ لیے بولی۔

"بے وفائی ہمیشہ مرضی ہوتی ہے مجبوری نہیں۔جو تم نے کیا وہ تمہاری مرضی تھی۔مجبوری نہیں۔تم بے وفا تھی۔مجبور نہیں۔"اس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"میرا کیریئر تباہ ہو سکتا تھا۔"

"وہ تو تباہ ہو چکا ہے۔سوچو جو تمہاری دن رات کی محنت یوں انگلیوں کے اشارے سے برباد کر سکتا ہے۔وہ دینے پہ آجاتا تو کیا کرتا؟تم نے کبھی اس سے کہا کہ تم ایک اسٹار بننا چاہتی ہو؟ کبھی کہہ کے تو دیکھا ہوتا۔جن کاموں کے لیے تمہیں پروڈیوسر ڈائرکٹرز کے تلوے چاٹنے پڑتے

www.novelsclubb.com

ہیں ایسے لاکھوں کام وہ تمہارے قدموں میں رکھ سکتا تھا۔ تم نے اس سے کہا تھا کہ کبیر مجھ سے شادی کر لو میں تمہارے لیے ایکٹنگ بھی چھوڑ سکتی ہوں۔" رابیل نے روتے ہوئے چہرہ ہاتھوں میں گرا لیا۔

"اس نے کبھی تمہیں ایکٹنگ یا ماڈلنگ کرنے سے روکا نہیں تھا۔ تم نے کہا تم چھوڑنا چاہتی ہو تو اس نے صرف تمہارے فیصلے کی قدر کی۔ تم اگر کہتی کہ تم اپنا کام جاری رکھنا چاہتی تو وہ تمہیں روکتا نہیں۔ میرے بھائی کو قصوروار مت کہنا۔" وہ کہیں سے بھی سمٹی اور نرم سی ہانیہ نہیں لگ رہی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے میں غلط تھی۔ مگر اب تو غلطی سدھار رہی ہوں ناں۔ اب تو اس سے کہو کہ مان جائے۔ میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر۔ وہ نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے۔"

"تمہارے بارے میں میری چاہے جیسے بھی رائے ہو۔ مگر ایک بات تو میں کھلے دل سے کہہ سکتی ہوں کہ تم اس ملک کی سب سے بہترین اداکارہ ہو۔ یہ آنسو، یہ لہجہ، کچھ مجھ پہ کام نہیں

www.novelsclubb.com

کرے گا۔ یہ سب ایک اداکاری ہے۔ میں متاثر بھی ہو جاتی اگر اداکاری جھوٹ نہ ہوتی تو۔" وہ چبھتی ہوئے لہجے میں بولی۔ رابیل مسکرائی۔ کمینگی سے۔

"تم جو بھی کہو مگر میں جانتی ہوں کہ کبیر آج بھی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ اسے معلوم تھا میں ایک نا ایک دن ضرور لوٹ کر آؤں گی اور اس لیے ہی اس تک وہ اپنی زندگی میں کوئی دوسری عورت نہیں لایا۔" وہ آنسو پونچھ کر سیدھی ہو کر بیٹھی۔ لہجے کا گھمنڈ ہانیہ سے چھپا ہوا نہیں تھا۔

"اتنا غرور اچھا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ واقعی کوئی دوسری عورت اس کی زندگی میں موجود ہو اور تمہیں احساس بھی نہ ہو اس کا۔" رابیل چونکی۔ تھوڑی دیر وہ اس کے بے داغ چہرے کو دیکھتی رہی۔

www.novelsclubb.com

"تم، تم ہو نا وہ عورت؟ تمہاری وجہ سے پہلے بھی ہمارا رشتہ خراب ہو چکا ہے۔"

"رابیل تم پاگل تو نہیں ہو؟ وہ بھائی ہے میرا۔ شرم نہیں آتی تمہیں یہ بات کہتے ہوئے۔" ہانیہ کا بس نہیں چل رہا تھا اسے ایک تھپڑ دے مارے۔

"پھر وہ کیوں کہتا تھا کہ تم اپنے شوہر سے طلاق لے لو اور دوسری شادی کر لو۔اور وہ تو یہ بھی کہتا تھا وہ تمہارے بچوں کو پالے گا۔" وہ یاد کرتے ہوئے بولی۔ہانیہ کو اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں لگی۔

"اس نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں اپنے شوہر سے طلاق لے کر اس سے شادی کر لوں۔رہ گیا سوال بچوں کو پالنے کا تو بہت سے لوگ ہیں جو دوسرے کے بچے پالتے ہیں۔کیا وہ ان کے بچے پالنے کے لیے ان سے شادی کر لیتے ہیں؟اس نے کئی دفعہ یہ بھی کہا ہے کہ وہ میرے بچوں کو باپ کا نام دے گا۔اس وقت بھی اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ نعوذ باللہ مجھ سے شادی کرے گا۔اس کا مطلب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ وہ بچے ہانیہ مراد کے نام سے نہیں کبیر مراد کے نام سے جانے جائیں گے۔بھائی ہے وہ میرا سمجھ آئی تمہیں بیوقوف عورت۔" رابیل کو پہلی بار احساس ہوا وہ کیا بول گئی ہے۔

www.novelsclubb.com

"میں اپنے ذاتی مسئلے تم جیسی عورتوں کے ساتھ ڈسکس نہیں کرتی مگر یہ بتانا بے حد ضروری تھا۔اور آئیندہ میری ذات میں مداخلت کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچ لینا۔"وہ جاتے ہوئے اچانک رکی۔

"اور یہ بھی سنو۔آئیندہ میرا راستہ روکنے کی غلطی بھی مت کرنا۔تم مجھے ابھی جانتی نہیں ہو۔تم اور تمہارا یہ عشق دونوں میری طرف سے جہنم میں جاؤ۔"وہ اسے وارن کرتی چلی گئی۔پیچھے رابیل سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی رہ گئی۔اُف اُس نے غلط انسان کو ناراض کر دیا تھا۔اب تو کبیر اُس سے بات بھی نہیں کرے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

دو چار دنوں کے بعد آج آسمان پھر برس رہا تھا۔جولائی کے اوائل دن تھے۔وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔مگر اس کی زندگی اسی ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔سڑکیں پانی سے بھرنے لگی تھیں۔مگر لوگ ہر چیز سے بے نیاز اپنے روزمرہ کے کاموں کو ختم کرکے اب گھر کی طرف روانہ ہونا چاہ رہے تھے۔آسمان پہ بے حد سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔

ایسے میں وہ ساؤتھ دہلی کی سب سے اونچی بلڈنگ کی چھت پہ کھڑی دور آسمان کو دیکھے جا رہی تھی۔ یہ دہلی کا ایک حسین نظارہ پیش کر رہا تھا۔ ساری دہلی میں اتری ہوئی سیاہ رات۔ چھوٹی بڑی عمارتیں اور ڈھیر ساری روشنی۔ سڑک پہ ٹریفک اور آتے جاتے ہوئے لوگ، وہ ہر چیز سے بے نیاز کھڑی تھی۔

اس نے اپنے پاؤں جوتے سے آزاد کیے۔ پھر وہ ایک دیوار پہ چڑھ بیٹھی۔ شکست خوردہ سی۔ دفعتاً کوئی بہت دھیرے سے اس سے ذرا فاصلے پہ آبیٹھا۔ مدیحہ نے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ یوں جیسے اس کی موجودگی محسوس کرنا چاہ رہی ہو۔

"ابھی ہی تو ٹھیک ہوئی ہو تم دوبارہ بارش میں کھڑے ہو جانے کا مقصد جان سکتا ہوں؟" مدیحہ نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ دور جلتے بلب کی ہلکی رشنی میں اس کا چہرہ واضح ہوا۔ نیلی جینز، سفید گول گلے کی ٹی شرٹ پہ سیاہ جیکٹ پہنے وہ فکر مندی آنکھوں میں لیے اسے تک رہا تھا۔ تیز بارش نے اس کے جسم اور کپڑوں کو بھگانا شروع کر دیا تھا۔ یونیفارم کے برعکس سادہ کپڑوں میں وہ زیادہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔

"کیا فرق پڑتا ہے قاسم۔ بس محسوس کر رہی ہوں بارش کو۔ بالکل یوں جیسے وہ زندگی سے لپٹے سبھی برے فیز کو اپنے ساتھ بہا لے جائے گی۔ ہر زخم کا مرہم بن جائے گی۔ ہر بیماری کی شفا۔"

قاسم نے اس کے بازو پکڑ کر اسے دیوار سے نیچے اتارا۔ بس تھوڑی سی لاپرواہی اور مدیحہ کا کام ختم ہو جاتا۔ اتنی اونچائی سے گرنے پر۔

"اپنے لیے لڑنا سیکھو مدیحہ۔ جب تک خاموش رہو گی لوگ استعمال کرتے رہیں گے۔" مدیحہ نے آسودگی سے مسکرا کر اسے دیکھا پھر دوبارہ سامنے پھیلے دہلی کو دیکھنے لگی۔ جس جگہ وہ کھڑی تھی اس کے پیچھے ایک چھوٹی سی دیوار تھی۔ جس پہ وہ ٹک گیا۔

"اچھا یہ چھوڑو۔ زخم کیسے ہیں اب؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"کیسے آئے؟" مدیحہ نے اسے دیکھا۔ قاسم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ لمحے بھر کے لیے دونوں کی آنکھیں ملیں اور فیصلہ ہو گیا۔ وہ کبیر نہیں تھا جس سے اسے جھوٹ بولنا پڑے۔ وہ قاسم تھا۔

www.novelsclubb.com

اس کا بیسٹ فرینڈ۔اس کا کمفرٹ زون۔مدیحہ کو اس سے کچھ بھی چھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔وہ مدھم آواز میں سب بتاتی گئی۔

"جواد تھا اس کی وجہ یا پھر شاید میں خود۔جس بات کو لے کر اتنے سالوں سے بحث کرتا ہوا آ رہا ہے۔اس رات بھی اسی بات کو دل پہ لے کر بیٹھا تھا۔غالباً کسی نے اس سے بابا اور ان کی وفات کا تزکرہ کیا تھا۔اور یقیناً اس نے میرے کردار پہ بھی بات کی جو اس کو اتنا غصّہ تھا مجھ پر۔میں اسے خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔خوب سمجھتی ہوں۔"رات کی تاریکی، برستی بارش اور مدیحہ فاروق کی اداس آنکھوں نے ماحول کو عجیب سوگوار سا بنا دیا تھا۔وہ بغیر پلک جھپکے اسے دیکھتا رہا۔

"اس کی سانسوں سے شراب کی بو آ رہی تھی۔وہ نشے میں تھا۔اسے شدید بخار بھی تھا۔بیماری غصے اور اس حرام شے نے اسے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا۔خیر جو بھی ہو میں اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔پوچھنا چاہ رہی تھی کہ اپنا پرابلم مجھے بتائے۔مگر وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھا۔"
ایک تلخ مسکراہٹ اس کے چہرے پہ آئی۔

www.novelsclubb.com

"وہ میرا بھائی ہے۔میری اولاد کی طرح ہے۔میں نے کبھی ٹیپیکل بھائی بہنوں والا رشتہ نہیں رکھا ہمارے درمیان۔ہمیشہ اسے کھلی چھوٹ دی کہ وہ گھٹ گھٹ کر نہ رہے میرے ساتھ۔وہ جس حال میں کمفرٹیبل ہو اس حال میں رہ سکتا ہے۔اسے میں نے اتنا حق دیا تھا کہ وہ مجھ سے آ کر لڑتا جھگڑتا مگر اسے مجھ پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔" قاسم ششدر رہ گیا۔مدیحہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔جس کرب سے وہ گزر رہی تھی۔اس وقت وہ کسی کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے کبیر سے ملاقات ہاسپٹل اور پولیس اسٹیشن تک کی ساری کتھا کہہ سنائی۔

"اس نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا۔شراب پی۔یہ میری تربیت نہیں ہے۔میں شاید اسے معاف کر دیتی شاید ایک دو دنوں تک کر بھی دوں لیکن ایک پھانس ہے جو دل میں چبھ گئی ہے۔قاسم میں نے اپنی زندگی اس کے پیچھے تباہ کر دی کہ اسے کبھی محسوس نہ ہو وہ بغیر ماں باپ کی اولاد ہے۔وہ اس تکلیف سے نہ گزرے جس سے میں گزر رہی ہوں۔"

"اور یہی تم نے غلط کیا۔"

"ہاں یہ میں نے غلط کیا۔"اس نے تائیدی انداز میں دہرایا۔"شاید نہیں یقیناً۔مجھے اسے ویسے ہی جینے دینا چاہیے تھا جیسے ایک بغیر ماں باپ کے بچے جی رہے ہوتے ہیں۔شاید تب اسے یہ سمجھ آتا کہ وہ جو اس کے ہمدرد بنے پھرتے ہیں۔انہیں اس کے درد کا کتنا اندازہ ہے۔"

"پھر اب تم کیا کرو گی؟"اس نے سینے پہ اپنے بازو لپیٹے۔

"میں اب نارمل ہو جاؤں گی۔وہ میرا بھائی ہے۔بہن بھائیوں میں چاہے جتنے جھگڑے ہو جائیں۔لاکھ نااتفاقی ہو مگر خوشی سے یا ناخوشی سے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ نارمل ہونا پڑتا ہے۔میں بھی یہی کروں گی۔میں نے اسے اتنے سالوں تک ایک اچھی تربیت دی ہے۔اسے اچھے برے، صحیح غلط، حلال حرام غرض ہر چیز کا فرق سمجھایا ہے۔وہ عمر کے اس حصے میں ضرور پہنچ گیا ہے کہ اپنا اچھا برا جان سکے۔اس لیے میں نے اب جواد فاروق کی زندگی جواد فاروق کے نام کی۔"وہ مسکرائی۔قاسم نے اس کی زخمی مسکراہٹ غور سے دیکھی۔

"میں اس کے سارے معاملات میں اس کے ساتھ کھڑی رہوں گی مگر خود کو ان میں شامل نہیں کروں گی۔اب وقت آگیا ہے کہ جواد فاروق کا اسٹرگل شروع ہو جائے۔اسے لگتا ہے میں اس

www.novelsclubb.com

سے ناراض ہوں۔ میں ناراض تو نہیں۔ہاں میں تھوڑا سا ہرٹ ہوں۔شاید کچھ دنوں تک ہرٹ ہونے کا احساس بھی ختم ہو جائے۔" قاسم اس سے دو قدم کے فاصلے پہ کھڑا تھا۔ بارش سے اس کے بال بھیگ کر پیشانی پہ چپک سے گئے تھے۔ جسے اس نے ہاتھ سے پیچھے کیا۔

"تم خود کو exploit کر رہی ہو۔ جو اب بیس سال کا ہو گیا ہے۔اس نے شراب پی اس کو معلوم تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔اس نے تم پہ ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی اسے تب بھی معلوم تھا وہ کیا کر رہا ہے۔ جس کی تربیت تمہارے ہاتھوں ہوئی ہو اسے صحیح اور غلط کا فرق کیسے نہیں پتہ ہو گا؟ اسے وہ سب معلوم ہے۔اب وہ غلط سمت میں جاتا ہے یا صحیح یہ اس کا اپنا فیصلہ ہو گا۔اپنی سوجھ بوجھ ہو گی۔اب وہ وقت گزر گیا ہے کہ تم اسے اپنی انگلی پکڑائے رکھو۔ تم نے اسے بتا دیا ہے کہ زندگی کیا ہے اور اسے گزارنا کیسے ہے۔" وہ آنکھوں میں نرمی لیے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کا انداز ہمیشہ کی طرح لاپرواہ نہیں بلکہ سادہ اور نرم تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں جانتی ہوں۔ لیکن وہ غلطی کرے گا تو میں اسے بتاؤں گی۔ اسے لگتا ہے کہ اسے میری ضرورت نہیں ہے مگر اسے میری ضرورت ہے۔ وہ میرے بچوں کی طرح ہے۔ بچوں کو ہمیشہ ان کی ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"بالکل ہر بچے کو اس کی ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تم مدیحہ اس کی ماں نہیں ہو۔ تم جو ہو صرف وہی بن کے رہو۔ وہ بننے کی کوشش مت کرو جو تم نہیں ہو۔ اس طرح وہ اس رشتے کا بھی احترام نہیں کر سکے گا۔ قبول نہیں کر سکے گا جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے اسے بتاؤ کہ تم نے غلط کیا ہے۔ اسے کیسے فکس کرنا ہے وہ غلط کس طرح ہے۔ یہ اسے جاننے دو۔ اسے خود ہی تلاش کرنے دو۔" مدیحہ اسے روکنا چاہتی تھی۔ مگر وہ بولتا رہا۔

www.novelsclubb.com

"جب اسے ایک بہن کی ضرورت تھی۔ تب تم اس کی ماں بننے لگی۔ اس کے فیصلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا کہ وہ تو ناسمجھ ہے۔ بچہ ہے۔ اسے کیا پتہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ تم نے کبھی اسے کچھ پتہ لگانے دیا؟ اسے کبھی خود سے محسوس کرنے دیا کہ یہ تو غلط ہے اور غلط ہے تو کیوں غلط ہے۔ یا پھر میں ایسا کروں گا تو اس طرح ہو جائے گا۔ کبھی نہیں۔"

"You are not letting him grow by himself."

مدیحہ نے اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔ شاید سچ کڑوا لگا۔

"اس کے لیے تم نے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ اپنا کیریئر چھوڑا ہے۔ اپنا گھر چھوڑا ہے۔ اپنی منگنی توڑی۔ شادی توڑ دی۔ بہت کچھ کیا ہے تم نے۔ شاید وقت آنے پہ کوئی ایسا نہیں کرتا۔ لیکن یہ بات جس طرح ہم محسوس کرتے ہیں اسے بھی کرنے دو۔ تم احسان مت جتاؤ لیکن اسے اتنا تو پتہ رہنے دو کہ ماضی میں جو ہوا وہ کس لیے ہوا۔" بوندیں کافی ٹھنڈی تھیں۔ اسے ہڈیوں کو جما دینے والی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ بارش ہر چیز سے بے نیاز برستی جا رہی تھی۔

"اس کے لیے تم صرف وہی بنو جو تم ہو۔ اسے ایک بہن کی ضرورت ہے۔ اس کے ماں باپ اس سے چھین لیے گئے ہیں۔ اس کو یہ بات محسوس کرنے دو۔ ورنہ وہ کبھی بڑا نہیں ہو سکے گا۔"

وہ ہر وقت اچھلتا کودتا قاسم نہیں تھا۔ وہ اس وقت وہ قاسم تھا جو وہ ہمیشہ مدیحہ کے الجھے ہوئے ذہن کو سلجھا دیا کرتا تھا۔ وہ جس سے بات کر کے اسے سکون مل جایا کرتا تھا۔ وہ جو اس کے مسئلوں کا حل جھٹ سامنے لے آیا کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں اسے ان چیزوں سے نہیں گزارنے دینا چاہتی جس سے میں گزری ہوں۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی۔ "میں چاہتی ہوں کہ اس کے اندر کا سارا غبار نکل جائے، ساری بھڑاس نکل جائے تاکہ اس کا دل ہلکا ہو جائے۔ بعض دفعہ کچھ انکہے دکھ دیمک کی طرح ہمارے دل کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ جزبات اور احساسات کھوکھلے کر دیتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا دل ہلکا کر لے۔"

"میں سمجھتا ہوں تمہاری کیفیت۔" وہ بہت دھیرے سے بولا۔

"تم آج یہاں تک اس لیے ہی پہنچی ہو، کیونکہ تم ان بری چیزوں سے گزری ہو۔ تم نے برا وقت دیکھا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس کے پاؤں میں بندھی اپنے نام کی زنجیر کھولو اور اسے آزاد کر دو۔ پھر تمہیں تمہارا خاندان مل جائے گا۔ ہر قید میں رہنے والے انسان کو دنیا بہت حسین لگتی ہے۔ اسے بھی لگتا ہے ایسا۔ اسے دنیا کی کڑواہٹ کو پی لینے دو۔ وہ تمہاری تربیت میں پلا بڑھا فاروق بختیار کا خون ہے۔ مجھے اس پہ بھروسہ ہے۔ تمہیں بھی ہونا چاہیے۔" مدیحہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔ پھر بغیر کچھ کہے وہ کھڑی وہ اونچائی کو محسوس کرنے لگی۔ اس عمارت کی بلندی یا پھر

www.novelsclubb.com

جہاں آج وہ کھڑی تھی۔ کیا ممکن تھا کہ وہ اس مقام لے آئی جاتی؟ اور کون تھا وہ جو مدیحہ فاروق کو یہاں تک لے آیا تھا؟ مدیحہ فاروق خود۔

اس نے ایک سکون بھر سانس لی۔ یوں جیسے فیصلہ کر چکی ہو۔ اس نے اپنے پیچھے کھڑے قاسم مرزا کو مسکرا کر دیکھا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ جواباً وہ مسکرایا تو لگا جیسے ساری کائنات مسکرا رہی ہو۔

"مجھے اپنی زندگی میں کبھی کبھی ایک بہن کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مجھے اللہ کی مصلحت پہ کوئی اعتراض ہے۔ بس کبھی دل کو محسوس ہوتا ہے کہ ایک بہن ہونی چاہیے تھی۔ جس کے ساتھ میں گلرز ٹاک کرتی، اسکن کیئر کرتی۔ جواد کو ایک نوز اسٹرپ لگا دوں تو چیخنے لگتا ہے۔ ویکس کی تو بات چھوڑ ہی دیتے ہیں۔" وہ منہ بنا کے بول رہی تھی۔ قاسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یا اللہ۔ تم نے اس کی او یکس کرنے کی کوشش کی؟"

"ہاں دو تین دفعہ لیکن وہ بھاگ جاتا ہے۔ کہتا ہے یونیورسٹی میں لڑکے چڑھائیں گے۔" اعتماد سے سر ہلا کر بتایا گیا۔ جواباً قاسم کا قہقہہ گونجا۔

"کہتا ہے مدیحہ چلیں ریسلنگ کرتے ہیں۔ اب میری عمر بڑھ رہی ہے۔ میں اسے کیسے اٹھا کے پٹخ دوں؟ پھر میں اب اس کے ساتھ ریسلنگ کروں؟ سیر ئسلی؟" وہ کہتی رہی اور وہ ہنستا رہا۔

کتنے ہی لمحے گزر گئے۔ وہ اس سے جواد کی باتیں کرتی رہی۔ دل پہ لگے زخم بھرنے لگے۔ مدیحہ فاروق نارمل ہونے لگی۔

"بس مجھے ایسی ہی مدیحہ پسند ہے۔ ہنستی مسکراتی۔ باتیں ماننے والی اچھی مدیحہ۔ ویسے بری والی مدیحہ اتنی بھی بری نہیں ہے۔ بس وہ انسان کبھی کبھی کی بچی بننا بھول جاتی ہے۔" مدیحہ نے گھور کر اسے دیکھا پھر اس کے بالوں کو نوچنے کے انداز میں پکڑ کر اس کا سر نیچے جھکایا۔

"کیا کہا تم نے؟ اچھی مدیحہ؟ باقی ٹائم میں اسمگلر لگتی ہوں تمہیں؟ یا چبانے کے لیے دوڑتی ہوں؟ انسان کی بچی؟ ہاں؟"

www.novelsclubb.com

"مرد صرف اپنی پسندیدہ عورت کو ہی اپنے بال اس طرح چھونے کی اجازت دیتا ہے۔اس لیے پسندیدہ عورت پلیز میرا بال چھوڑ دیں۔"وہ ہنس کر بولا۔اس کی جلی ہوئی شکل دیکھ کر ہنستا چلا گیا۔مدیحہ پھر خاموش ہو گئی۔ قاسم جانتا تھا وہ پریشان ہے۔اگلے کئی دنوں تک وہ اسی طرح پریشان رہے گی۔وہ بے اختیار سا ہو کر اس کی طرف بڑھا۔اس سے ایک قدم پیچھے رک کر اس نے اپنی جیکٹ اتاری۔پھر بالکل دھیرے سے اسے مدیحہ کے کندھوں پہ رکھ دیا۔لمحوں کا کھیل اور وہ بالکل ششدر رہ گئی۔

"تمہیں کیسے پتہ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے؟"قاسم آنکھوں میں دنیا جہان کی نرمی لیے اسے دیکھتا رہا۔'کیونکہ میں تمہیں محسوس کر سکتا ہوں مدیحہ۔'اس کے دل نے سرگوشی کی جو مدیحہ فاروق کے کانوں تک نہ جا سکی۔

"چپ کیوں ہو؟"وہ جھنجھلا کر بولی۔ قاسم نے شانے اچکا دیے۔مدیحہ نے جیکٹ پہن لی۔کئی لمحے بیت گئے۔وہ دونوں یوں ہی خاموشی سے بارش میں کھڑے بھیگتے رہے۔

"تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟" مدیحہ نے اچانک اس سے پوچھا۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا چونکا۔

"میں رات میں جب سونے کے لیے لیٹتا ہوں تو میری ناک بلاک ہو جاتی ہے۔ پھر سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔ یہ میرا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔" وہ پاؤں سے کسی چیز کو ٹھوکر مار کر زمین پہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ مگر ایک فاصلے پہ۔ وہ ہمیشہ اس سے فاصلے پہ ہی رہتا تھا۔ ایک لائن تھی ان دونوں کے درمیان جسے اس نے کبھی پار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ساتھ اس کی پسندیدہ عورت کھڑی آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ بارش کی دلفریب بوندیں اس کے جسم کو بھگائے جا رہی تھیں۔ اس سے حسین بھی کوئی منظر ہو سکتا ہے بھلا؟

"تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟" اس نے گردن اٹھا کر اس سے پوچھا۔

"اسٹریٹ ڈاگ۔ مسئلہ یا شاید خوف۔ ایک سنسان گلی میں پیچھے بھاگتے ہوئے تین چار خونخوار کتے۔" وہ تھک گئی تھی تو اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ "پھر ہمارے ان بڑے بڑے مسئلوں کا کیا حل ہوا؟"

www.novelsclubb.com

"بہت سمپل ہے۔ میں رات کو سونے سے پہلے nasal spray کا استعمال کیا کروں۔ اور تم اس سنسان گلی میں جس گھر کا بھی کھلا دروازہ دیکھو اس میں گھس جاؤ۔" وہ جس انداز میں بولا مدیحہ ہنسنے لگی۔ پھر ہنستی چلی گئی۔ قاسم نے آنکھیں بند کر کے سر دیوار سے ٹکا دیا۔ ٹھنڈی بدن پہ گرتی بوندیں۔ بارش کا شور۔ گرجتے بادل اور مدیحہ فاروق کی ہنسی نے ساری فضا کو جیسے مہکا دیا تھا۔ ایک سکون سا تھا جو اس رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

کاش وہ اس عورت کو بتا سکتا کہ اس کا تھوڑا سا مسکرا دینا کس طرح اس کے سارے دن کی تھکن کو مٹا دیتا تھا۔

"میں پوچھنا بھول گیا۔ تم نے اپنے آستین کے سانپوں کو دوبارہ اپنی آستین میں کیوں پالنے کے لیے رکھ لیا؟" مدیحہ نے اسے دیکھا وہ گردن اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً چچا کی بات کر رہا تھا۔

"میں نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ وہ میرا خاندان ہیں یار۔ پہلی بات وہ آفس میں میرے ایمپلائز کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ یعنی وہ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ کمپنی کو قسم کا کوئی نقصان پہنچا

www.novelsclubb.com

سکیں یا پھر اپنی فطرت کے چلتے کوئی گھوٹالہ کر سکیں۔اور دوسری بات جب جسم کا کوئی حصہ تکلیف دینے لگے یا پھر بیماری پکڑ لے تو اس کا علاج کرتے ہیں کاٹ کر پھینک نہیں دیتے۔"وہ گہری سانس لے کر بولی۔ قاسم نے سمجھنے کے انداز میں اپنا سر ہلایا۔

"جسم کا وہی حصہ جب ناسور بن جائے تو اسے کاٹ کے پھینک دینے میں ہی بھلائی ہے۔"

"ہاں جسم کا کوئی حصہ ہوتا تو کاٹ کے پھینک دیتی لیکن وہ میرا خاندان ہیں۔اور میں خود کو اپنے خاندان سے یا اپنے خاندان کو خود سے جدا نہیں کر سکتی۔"وہ شانے اچکا کر ریلکس سی کھڑی ہو گئی۔ بارش اب تقریباً بند ہو گئی تھی۔وہ ایک احسان کر دینے والی بارش تھی جو اس کے اندر کے سبھی غموں 'رنجشوں اور الجھنوں کو اپنے ساتھ بہا لے گئی۔ساری کثافتیں دھل گئی تھیں۔اب منظر بالکل واضح تھا۔

"مدیحہ ایک بار پھر سے سوچ لو۔وہ تمہیں استعمال کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔"وہ تھوڑا بے چین ہوا۔

"میں جانتی ہوں۔اور اب میں پوری طرح سے تیار ہوں۔میں اپنے باپ کی محنت کو یوں ڈوبنے نہیں دے سکتی تھی۔میں نے جو لیا وہ حق تھا میرا۔رہ گیا سوال ان کو ساتھ رکھنے کا تو وہ لاکھ کمینے سہی مگر ہیں تو میرا خاندان ہی ناں۔ہم ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔تعلق توڑ سکتے ہیں مگر اپنی رگوں میں دوڑتے خون کو ختم نہیں کر سکتے۔جو میری رگوں میں بہتا ہے وہی خون ان کی رگوں میں بھی دوڑ رہا ہے۔نہ ہی ہم اپنے اس خون کی تاثیر بدل سکتے ہیں جو ہمیں ایک خاندان بناتی ہے۔"وہ بہت پر اعتماد تھی۔

"کس خاندان کے لیے تم اتنا کچھ کر رہی ہو؟وہ جس سے ملے ہوئے بھی تمہیں عرصہ گزر گیا؟"وہ طنز نہیں کر رہا تھا۔وہ اسے کچھ جتا رہا تھا۔جس خاندان نے اس کا اپنے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ایک چھت تلے رہنا دشوار کیا ہوا تھا۔وہ اس بات کا جواب مانگ رہا تھا۔

"ہاں یہ تو بالکل سچ ہے کہ میں ان سے نہیں ملتی مگر پھر وہی بات آگئی کہ تعلق توڑ دینے سے ہمارا خاندان بدل تو نہیں جائے گا۔آج بھی میں اپنے خاندان سے اور میرا خاندان مجھ سے جانا جاتا ہے۔"اس نے جیسے خود کو یقین دلایا۔ہاں ایسا ہی ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مدیحہ میں تمہیں کسی مشکل میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ تم بس بہت سنبھل کے رہو۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ جھاڑ کر اس کے برابر آیا۔

"میں بھی اب کوئی مشکل افورڈ نہیں کر سکتی۔ اور میں اب سنبھل گئی ہوں۔ اب جا کے ہی تو سنبھلی ہوں۔ مدیحہ فاروق کو اب واقعی رونا نہیں ہے۔ مدیحہ فاروق روتی نہیں ہے کہہ کہہ کر بہت رو چکی میں۔ اب وقت آگیا ہے کہ مظبوطی سے قدم جما لیے جائیں۔ اور ابھی حسن ماموں کیا کم تھے؟ جو تم بھی شروع ہو گئے؟"

"ایک منٹ تم تھوڑا سا یہ کلئیر کرو۔ آدھی دنیا نہیں حسن اور آدھی دنیا جمال کیوں کہتی ہے؟ پہلے میں سمجھتا تھا یہ دو الگ انسان ہیں۔" وہ ہنس دی۔

"ماموں نانا نانی کے پہلی اولاد ہیں۔ نانی حسن نام رکھنا چاہتی تھیں اور نانا ابو کی امی یعنی میری ماں کی دادی جمال نام رکھنا چاہتی تھیں۔ پھر نانا نے ان دونوں بحث کو ختم کرتے ہوئے۔ ان کا نام حسن جمال رکھ دیا۔"

"بڑی گہری ہسٹری تھی اس کے پیچھے۔"

"یقیناً۔" وہ اعتماد سے مسکرائی۔ قاسم نے بس سر ہلایا۔

"قاسم۔" پکارا گیا۔

"ہوں۔"

"میں تم سے کوئی مدد مانگنے آؤں تو تم کیا کرو گے؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"مدد کرنے سے صاف انکار۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"بس ویسے ہی۔" قاسم نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ سنجیدہ تھی۔

"تمہارے چینل کے ساتھ کیا ہوا ہے؟" کچھ یاد آنے پر وہ بولا۔

"جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔" اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔ جواباً قاسم کچھ بڑبڑایا۔

"تمہیں کتنی خبر ملی ہے؟"

www.novelsclubb.com

"بس اتنی کہ اسے خرید لیا گیا ہے۔اس بات کا پتہ چینل کے فاؤنڈر کو بھی نہیں تھا۔" وہ ایمانداری سے آدھی باتیں غائب کر کے بولا۔

"درست۔ہم میں سے کسی کو بھی اس کی خبر نہیں ہوئی۔جب معلوم چلا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔" وہ ہاتھوں کو آپس میں رگڑنے لگی۔

"ایسا بھی ممکن ہے کہ تم لوگوں کو بغیر بتائے کوئی پورا چینل ہی خرید لے؟"

"کوئی نہیں بلکہ کبیر مراد خان ہے اس کے پیچھے۔" اس کا نام لیتے ہی اسے کڑواہٹ کا احساس ہوا۔ قاسم جو دیوار پہ جھکا ہوا تھا۔سیدھا ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"شروع سے بتاؤ۔"

"نظیر انکل نے اس چینل کو بنانے کے لیے ایک کمپنی سے لون لیا تھا۔ذاتی طور پہ نہیں بلکہ اپنی ایک چھوٹی پرائیویٹ کمپنی کے نام سے۔اور اس کروڑوں کے لون کو لینے میں جو ڈیل ہوئی وہ یہ تھی کہ سود لینے کے بجائے وہ چاہیں تو اس کمپنی کی اونرشپ لے سکتے ہیں۔یعنی انہوں نے

چینل کے لیے اپنی کمپنی کو گروی رکھ دیا۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ قاسم دھیان سے سن رہا تھا۔

"تو ہوا یہ کہ کبیر مراد نے سب سے پہلے اس کمپنی کو خریدا جس سے نظیر انکل نے قرض لیا تھا۔ پھر اس ڈیل کا فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ اس نے ان کی کمپنی کی اونر شپ اپنے نام کر لی۔ اور چینل میں سب سے زیادہ جو اسٹیک تھا وہ اسی کمپنی کا تھا۔ تقریباً چالیس فیصد۔ اور انڈین ریگولیشن کے حساب سے جس کے پاس پچیس فیصد سے زیادہ اسٹیک ہو وہ ایک کھلا آفر دے سکتا ہے باقی کے شئیر ہولڈر کو۔"

"کیسا آفر ہوتا ہے؟"

"وہ لوگوں کو آفر دے گا کہ وہ اپنے شئیرز کو اسے بیچ دیں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ امید سے زیادہ پرافٹ کے ساتھ اس نے یہ آفر دیا۔ چالیس فیصد کے علاوہ ذاتی طور پہ نظیر انکل کے پاس بیس فیصد اسٹیک تھے۔ باقی کے پچیس فیصد عوام کے پاس اور باقی کے دو الگ الگ کمپنیوں کے پاس تھے۔ جو دو کمپنیاں تھیں انہوں نے اپنی ساری انویسٹمنٹ مرادز کے ساتھ ہی کی ہیں۔ یعنی کبیر

www.novelsclubb.com

نے انہیں الگ آفر دیا اور انہوں نے اپنے شئیر زا سے بیچ دیے۔ ٹوٹل پچپن فیصد شئیر زاس کے پاس آ گئے۔ جتنا اسے اپنے شئیر زنہ بھی بیچے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ مالک تو خیر وہ اب بھی بن گیا ہے۔" اس نے آسودگی سے کہا۔ بادل دھیرے دھیرے چھٹ رہے تھے۔ شاید برس برس کے تھک گئے تھے۔

"اس کا کوئی حل نہیں؟"

"ہے ایک حل۔ نظیر انکل اگر اپنا قرض چکا دیں تو ان کی کمپنی واپس ان تک آ جائے گی یوں ان کے پاس سب سے زیادہ اسٹیک آ جائیں گے یا پھر وہ لوگوں کو کبیر سے اچھا آفر دے کر ان کے شئیر ز خرید لیں۔ ان دونوں صورتوں میں انہیں ڈھیر سارے پیسوں کی ضرورت ہے۔ جو کہ ان کے پاس ہے نہیں۔ اس لیے چینل اب گیا ہاتھ سے۔"

"چینل ہی گیا ناں تمہاری جاب تو اب بھی ہے۔"

www.novelsclubb.com

"میری جاب واقعی اب بھی ہے مگر میری آزادی میرے ساتھ نہیں۔وہ ہمیں استعمال کرے گا۔تم جانتے ہو اس نے یہ کیوں کیا ہے۔مجھے سمجھ نہیں آرہا آخر وہ چاہتا کیا ہے؟"وہ آخر میں سخت جھنجھلائی۔قاسم نے اسے ایک نظر دیکھا۔

"تم نظیر سے بہت کلوز ہو ناں؟"مدیحہ نے سر ہلایا۔

"کلوز تو نہیں مگر نظیر انکل ایک ایسے انسان ہیں۔جن پہ میں اپنا حق جتا لیتی ہوں۔لڑ لیتی ہوں۔ جس سے میں ناراض ہو جاتی ہوں۔کبھی وہ ناراض ہو جائیں تو منا لیتی ہوں۔میں ان سے کسی بھی قسم کی کوئی بھی بات کر لیتی ہوں۔میں ان کے سامنے اعتراف کر لیتی ہوں۔وہ مجھے جج نہیں کرتے۔"وہ آہستہ آہستہ سوچتے ہوئے بول رہی تھی۔قاسم نے اس کی آنکھوں کی چمک کو غور سے دیکھا۔

"وہ صرف میرے باس نہیں میرے دوست بھی ہیں۔اور تم خبیث آدمی تمہیں شرم نہیں آتی ان کا نام لیتے ہوئے؟"اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ مار کر کہا۔

"لو اب میں کیوں شرماؤں؟بیوی ہوں میں ان کی؟"وہ چڑ گیا۔

www.novelsclubb.com

"باپ کے عمر کے ہیں وہ تمہارے۔" اس نے دوبارہ شرم دلانے کی کوشش کی۔ لیکن سامنے بھی ٹھیک ٹھاک قسم کا ڈھیٹ آدمی موجود تھا مجال ہے جو کسی بات کا احساس ہو جائے اسے۔

"باپ کی عمر کے ہیں۔ باپ تو نہیں ہیں۔ اب کیا میں سارے مردوں کے جو میرے باپ کی عمر کے ہیں انہیں پاپا بولنا شروع کر دوں؟ نان سینس۔" مدیحہ نے اس کا چڑنا نوٹ کیا تھا۔ مدیحہ غور نہ کرتی مگر اس کے تاثرات اچانک ہی بہت سرد ہو گئے تھے۔

"تم انہیں پسند کیوں نہیں کرتے قاسم؟" اس کا لہجہ کچھ ڈھونڈتا ہوا سا تھا۔ قاسم نے فوراً اپنے تاثرات نارمل کیے۔

"وہ چھوڑو تم یہ سنو میرے پاس تمہارے مسئلے کا ایک اور حل ہے۔ کوئی بہت امیر آدمی آئے۔ جس طرح کبیر نے ساری کمپنیاں خریدیں وہ خرید لے تو کبیر کے پاس کچھ نہیں بچے گا۔" مدیحہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اس ملک کا تیسرا یا شاید چوتھا سب سے امیر آدمی کبیر مراد ہے۔ کون ہے جو اس کو آفر دے گا اور پھر اتنے پیسے لگا کر وہ سب کچھ نظیر انکل کو واپس کرے گا؟ یہ اسٹار پلس چل رہا ہے؟"

www.novelsclubb.com

"میں نے تو ایک دوستانہ مشورہ دیا ہے۔تم شانتی سے بیٹھی رہ گئی اُس خبر کے بعد؟"اب جا کر وہ اصل مدعے پہ آیا تھا۔مدیحہ کے چہرے پہ ایک مسکراہٹ آئی۔شیطانی مسکراہٹ۔

"نہیں میں یہ سن کر سیدھا کبیر مراد کے آفس گئی۔" قاسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔انداز یوں تھا جیسے بہت محظوظ ہوا ہو۔

"کیا واقعی؟ وہاں جا کر کیا کیا تم نے؟"

"میں وہاں جا کر اسے بتا آئی کہ مدیحہ فاروق آئی ہے۔وہ چینل کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔مجھے نہیں کنٹرول کر سکتا ورنہ ایک پیارا سا استعفیٰ میں اس کے منہ پہ دے ماروں گی۔"وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔یعنی اصل کہانی تو یہاں سے شروع ہونی ہے۔مدیحہ بدستور مسکراتی رہی۔وہ دونوں اب ایک ایک کر کے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ہر اٹھتے قدم کے ساتھ وہ چند گھنٹے پیچھے جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نظیر انکل سے کنفرم کرنے کے بعد وہ وہاں رکی نہیں تھی۔اپنا گال رگڑ کر گاڑی سڑک پہ ڈال رہی تھی۔آج سے پہلے شاید ہی کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ اسے کبیر مراد کے آفس جانا پڑ جائے۔ دھوپ بہت تیز تھی۔ عجیب دھوپ چھاؤں سا موسم ہوا تھا۔ابھی وہ پارکنگ میں تھی تو کالے بادل ایسے چھائے تھے جیسے اب اگلے کئی دنوں تک بارش بند ہی نہیں ہو گی۔اور اب دھوپ سے آنکھیں چندھیا جائیں۔اس نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔

اب وہ جس علاقے میں داخل ہوئی۔وہاں کافی اونچی اور بے حد حسین عمارتیں کھڑی تھیں۔ اس علاقے کی سب سے اونچی عمارت کے چند فٹ کے فاصلے سے ہی سیکورٹی فورسز ارینج کی گئی تھی۔مدیحہ نے گاڑی دور بنی پارکنگ میں روکی۔اب وہ اتر کر پیدل اس بلڈنگ کی جانب چل رہی تھی۔باوردی گارڈز ہاتھوں میں اسلحہ تھامے سپاٹ چہرے سے اسے دیکھ رہے تھے۔آس پاس کئی بڑے بڑے قد کے کتے بیٹھے تھے جن کے گلے میں بندھی موٹی زنجیر کا آخری سرا گارڈز کے ہاتھ تھا۔وہ اسے دیکھ کر بری طرح بھونکنے لگے۔اور وہ کسی بھی حال میں اس تک پہنچنا چاہ رہے تھے،اس کے لیے وہ اچھل اچھل کر زنجیر توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

www.novelsclubb.com

مدیحہ ہر چیز سے بے نیاز بس آگے بڑھ رہی تھی۔اس نے دیکھا کہ باہر سے اپنی پرس یا موبائل فون بھی بغیر چیکنگ کے اندر لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔آخری دفعہ جب وہ آئی تھی۔ تب اتنی سیکورٹی نہیں تھی۔وہ ساتھ کچھ نہیں لے کر آئی تو وہ باہر کی سیکورٹیز نظرانداز کر کے انٹرینس کی جانب گئی۔مختلف قسم کی چیکنگ کے بعد اسے اندر جانے دیا گیا تھا۔مدیحہ نہ چونکی نہ ہی اسے اس سے کوئی مسئلہ ہوا۔جس جگہ وہ کھڑی تھی وہاں ایسی ہی سیکورٹی کی توقع کی جاسکتی تھی۔اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا کہ کبیر مراد ایک شاندار عمارت کا مالک تھا۔وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ریسپشن تک آئی۔اس نے رک کر کبیر مراد کے بارے میں پوچھا۔

"میم سر تو اپنے آفس میں ہیں۔لیکن ابھی یہ ان کا ریسٹ ٹائم ہے۔آپ اپنی اپائنٹمنٹ کا وقت بتا دیں مجھے۔میں آپ کو بھجوادوں گی ان کے پاس۔"اس لڑکی نے مسکرا کر بتایا۔

"تمہارے باس سے ملنے کے لیے اپائنٹمنٹ لیتی ہے میری جوتی۔"وہ کہہ کر رکی نہیں آگے بڑھنے لگی۔پیچھے کھڑی اس لڑکی کے چہرے کی مسکراہٹ یک لخط ہی غائب ہوئی۔وہ اس کے پیچھے لپکی۔مدیحہ کان بند کیے لفٹ میں گھسی۔اس سے پہلے وہ اس کے آفس میں تقریباً دو تین

www.novelsclubb.com

مہینے پہلے آئی تھی۔تب اس نے یہاں کی ساری فارمیلٹی نبھائی تھی۔آج اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ہر شے کو آگ لگادے۔

جس فلور پہ وہ رکی وہاں چھوٹے چھوٹے مگر خوبصورت کیبن بنے تھے۔ہر کیبن کے باہر ایک نام لکھا ہوا تھا۔لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ایک لمحے کے لیے آتے جاتے ایمپلائز نے اسے رک کر دیکھا پھر آگے بڑھ گئے۔ایک کیبن کا دروازہ کھولتی جولیا اسے دیکھ کر حیرت سے رکی۔اس نے مدیحہ کے پیچھے آتی فیمیل گارڈ کو دیکھا۔جو مسلسل مدیحہ کو رکنے کا کہہ رہی تھی۔جولیا کو بس چند سیکنڈز لگے تھے معاملہ سمجھنے میں وہ تیزی سے گارڈ تک گئی۔

"تم کیوں ان کے پیچھے آرہی ہو؟ جاؤ اپنا کام کرو۔میں دیکھ لوں گی۔"گارڈ سر ہلا کر واپس چلی گئی۔جولیا مدیحہ کے پیچھے لپکی۔

"میرے پیچھے آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جولیا۔تمہارے باس تک جانے سے آج سوائے خدا کے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔"مدیحہ نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

www.novelsclubb.com

"میں تو آپ کے ساتھ اس لیے آ رہی ہوں تاکہ کوئی آپ کو نہ روک سکے۔" مدیحہ نے کچھ بھی کہے بغیر کبیر مراد کی آفس کا دروازہ کھولا۔ سامنے ہی وہ آفس چیئر پہ، بھوری پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے بیٹھا تھا۔ کوٹ اسٹینڈ پہ ٹنگا ہوا تھا۔ اور شرٹ کی دو بٹن کھلی ہوئی تھیں۔ وہ جو بیٹھا اپنی پیشانی مسل رہا تھا اسے دیکھ کر تعجب سے کھڑا ہو گیا۔

"مدیحہ آپ۔۔"

"بکواس بند کرواپنی۔ خبردار جو میرا نام بھی لیا۔" وہ بولی نہیں غرائی تھی۔ وہ جو اس کے آنے سے حیران ہوا تھا۔ لب بھینچ کر چپ ہو گیا۔

"تم میری سوچ سے زیادہ گرے ہوئے انسان ہو کبیر۔ تمہیں یہ طریقہ سمجھ آیا کسی کو اپنے سامنے جھکانے کا؟ اسے نیچا دکھانے کا؟ لعنت بھیجتی ہوں میں تمہاری سوچ پہ۔" وہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے تھے۔

"لیکن میں نے کیا کیا ہے؟" وہ ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ماشاءاللہ قربان جاؤں ایسی معصومیت پر۔ تمہیں نہیں پتہ تم نے کیا کیا ہے؟ تمہارے خیال میں تم اپنے پیسوں سے سب کچھ خرید سکتے ہو؟"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" اس نے سمجھ کر سر ہلایا پھر پر سکون سا واپس اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"میں اپنے پیسوں سے جو چاہے خرید سکتا ہوں۔ مجھے ایسا لگتا نہیں ہے، مجھے اس پہ پورا یقین ہے۔" وہ تپا دینے والی مسکراہٹ سے بولا۔ مدیحہ سر سے پاؤں تک سلگ گئی۔ "میں اپنے انہی پیسوں سے آپ کو بھی خرید سکتا ہوں اور آپ کی اس وفاداری کو بھی جو اس آدمی کے لیے ہے۔"

"کیا واقعی؟ پھر تو میں تمہیں کھلا چیلنج دیتی ہوں۔" ٹیبل پہ اپنا ہاتھ رکھ کر وہ اس کی طرف جھکی اور ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔ "اتنی ہمت ہے تو مجھے خرید کر دکھاؤ۔ کبیر مراد۔"

"ضرور۔" کیا بے نیازی تھی۔ "قیمتی چیزوں کو اپنی ملکیت بنانے کا بڑا شوق ہے مجھے۔"

"تم۔۔" وہ کسی زخمی شیرنی کی طرح آگے بڑھی جب کبیر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

www.novelsclubb.com

"آرام سے بات کریں مس فاروق۔ سامنے کرسی رکھی ہے۔ بیٹھ جائیں۔ پانی پئیں پھر بتائیں کیا مسئلہ ہے۔" وہ اتنا پرسکون کیوں تھا؟ کیا اسے پہلے سے ہی معلوم تھا مدیحہ یہاں آئے گی؟

"بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری کرسی۔ تم نظیر انکل سے ان کی ساری زندگی کی محنت نہیں چھین سکتے۔ اس لیے کبیر مراد تم نے جو بھی ان سے چھینا ہے وہ سب انہیں لوٹا دو۔ سنا تم نے۔" کبیر مراد کے تاثرات بدلے۔ اس کی آنکھوں میں سختی در آئی۔

"میں جو چاہے کر سکتا ہوں مدیحہ فاروق۔ کسی میں اگر اتنی ہمت ہو تو مجھے روک لے۔ یہ تو صرف شروعات ہے۔ آگے خدا جانے کیا کیا ہو گا۔ اس لیے اپنی کرسی کی پیٹی باندھ کے رکھیں۔ ایک رات میں نے آپ کی مدد مروّت میں آ کر کیا کر دی۔ آپ کو لگ رہا ہے کہ میں آج بھی آپ کے اشارے پہ ناچنے والا وہی بندر ہوں جو دس سال پہلے ہوا کرتا تھا؟ آپ کو لگ رہا ہے کہ آپ جو مرضی کہیں گی میں مان لوں گا؟ اگر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو باہر نکل آئیں۔ کیونکہ اب میری لیے آپ کی ذات اور آپ کی باتیں سب خاک برابر ہیں۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر کہہ رہا تھا۔ جتنے سخت الفاظ کا استعمال اس نے کیا اس سے زیادہ سخت اس کے تاثرات اور لہجہ تھا۔

www.novelsclubb.com

مدیحہ کا چہرہ بے عزتی اور غصے سے سرخ پڑا۔ باہر اس کے ایمپلائز کھڑے تھے۔ساؤنڈ پروف والز سے باہر آوازیں نہیں جارہی تھیں۔ لیکن تاثرات سے سب کو اندازہ ہو رہا تھا کس خوشگوار موڈ میں باتیں ہو رہی ہیں۔

"اپنی اوقات میں رہ کے بات کیا کرو مجھ سے۔میں یہاں تمہیں وارن کرنے آئی ہوں۔ تم جو چاہے کرو مجھے اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔ میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ۔"

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی جائیں گی میں وہاں آپ کے پیچھے چلا آؤں گا؟" اس نے لائٹر جلا کر سگریٹ سلگائی۔ سلگ تو اندر ہی اندر وہ بھی گئی تھی۔یعنی وہ اسے جہنم میں جانے کا کہہ رہا تھا؟

www.novelsclubb.com

"چند دنوں کی مہلت دیتی ہوں میں تمہیں۔اس کے بعد جو ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ کبیر نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"اپنا شوق پورا کر کے دیکھ لیں۔ میرے اگلے وار کا انتظار کریے گا۔" اس نے بڑے سکون سے کش لیا۔ مدیحہ پھولتی رگوں کے ساتھ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ سامنے سینے پہ ہاتھ باندھے نادر

کھڑا تھا۔ مدیحہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی وہ اس کے پیچھے رکھی لوہے کی کرسی کو دیکھ رہی تھی۔

بس ایک لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں۔

اس نے بغیر کہیں دیکھے وہ کرسی اٹھائی اور کبیر مراد کے آفس کی گلاس وال پہ دے ماری۔ ایک جھماکے کے ساتھ کانچ بکھرتا چلا گیا۔ اس کی کرچیاں کبیر مراد کے ارد گرد بکھر گئیں مگر وہ اسی سکون سے کش لیتا رہا۔

وہ جس خاموشی سے آئی تھی اس خاموشی سے واپس نہیں جا رہی تھی۔ اس کا ہاتھ زخمی ہوا تھا لیکن وہاں پرواہ کسے تھی؟ کبیر اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا جسے وہ جھٹک رہی تھی۔ وہ دھیرے سے مسکرایا۔ وہ تب تک وہیں دیکھتے رہے جب تک وہ چلی نہیں گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ اٹھا اور باہر آیا۔ جہاں تقریباً اس فلور پہ موجود سارے ایمپلائز کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ قدم قدم چلتا ہوا ان کے درمیان آیا۔

"انہیں میری آفس میں آنے سے روکا کس نے تھا؟ اور وہ کون تھا جس نے انہیں میری آفس میں آنے دیا بغیر مجھ سے پوچھے؟" کافی دیر سے ہو رہی سرگوشی اچانک ہی بند ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"جواب دو۔" وہ پیشانی پہ بل ڈالے سب کو دیکھ رہا تھا۔ ریسیپشنسٹ آگے آئی۔

"سر میں نے انہیں روکا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ رک جائیں۔ مگر وہ نہیں مانی اور سر وہ جولیا ہی انہیں آپ کے آفس تک لے آئی تھی۔"

"جولیا؟" کبیر نے جیسے تصدیق چاہی۔ جولیا نے چہرہ نیچے جھکا لیا۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔ کبیر نے گہری سانس لی۔

"دو لیٹرز تیار کروا بھی اسی وقت۔ ایک پروموشن لیٹر دوسرا ٹرمینیشن لیٹر۔" جولیا نے ایک جھٹکے سے چہرہ اٹھایا۔

"سر آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟" وہ تقریباً چیخی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے منع کیا۔

"لیٹ می کمپلیٹ۔ دو لیٹرز تیار کرو۔ ایک ٹرمینیشن لیٹر اور دوسرا پروموشن لیٹر۔ اور پروموشن لیٹر پہ اپنا نام لکھنا جولیا۔ آج کے بعد اگر کسی نے بھی اس عورت کو کچھ بھی کرنے سے روکا تو میں اس سے زیادہ برا پیش آؤں گا۔" ریسیپشنسٹ ششدر رہ گئی۔ باقی سب بھی حیرت سے

گنگ کھڑے تھے۔آج سے پہلے تو کبیر سر نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔آج سے پہلے کوئی عورت یوں دندناتی ہوئی اس کے آفس میں بھی نہیں گھسی تھی۔آخر وہ عورت تھی کون؟

"یہ سب کیا ہے؟"نادر نے اندر آکر اس سے پوچھا جو گلاس وال کے پار دور سڑک کو دیکھ رہا تھا جہاں سے مدیحہ کی گاڑی گزری تھی۔

"میں جب بھی کبھی ان کے گاڈفادر کو نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گا۔وہ ایسا ہی کریں گی۔"

"میں وہ نہیں کہہ رہا۔یہ سب کیا ہے؟"اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"اس سے پہلے جب وہ یہاں آئی تھیں تو وہ ہر سیکیورٹی چیک پوائنٹ سے گزری تھیں۔اس دفعہ پھر انہیں ان سب گزرنا پڑا اور دوسری اہم چیز انہیں روکنے کی کوشش کی گئی۔انہوں نے اپنا تعارف بھی کروایا تھا۔مگر ریسیپشنسٹ بدل جانے کی وجہ سے انہیں دوبارہ اپنا تعارف کروانا پڑا۔وہ بس یہی بتا کے گئی ہیں کہ یہاں مدیحہ فاروق آئی تھی۔"اس نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔"اس کے بعد اب نہ کوئی ان کا نام بھولے گا نہ چہرہ۔اور جو میں نے کیا

ہے۔اب کوئی انہیں روکنے کی غلطی بھی نہیں کرے گا۔"اس نے اپنی کھلی ہوئی بٹن بند کی۔

نادر نے ٹائی اسے دی۔

"مگر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"یہ سوال مدیحہ کے حوالے سے ہے تو میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔یہ سوال اگر اس چینل کے فاؤنڈر کے حوالے سے ہے تو۔۔"

"آپ تب بھی اس کا جواب نہیں دیں گے۔میں جانتا ہوں۔"کبیر مسکرایا۔

"ویری گڈ۔اس دروازے کو شام ہونے سے پہلے فکس کرواؤ۔اور پلیز اس دفعہ کسی unbreakableگلاس کا استعمال کرنا۔بلکہ بلڈنگ کی مرمت کا بھی پورا انتظام کر کے رکھو یہ نہ ہو وہ خاتون اگلی دفعہ جے سی بی لے کر چلی آئیں۔"وہ اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر کانفرنس روم میں چلا گیا۔

"مجھے ان دونوں سوالوں کے جواب خوب اچھی طرح معلوم ہیں۔"نادر گہری سانس لے کر من ہی من بڑبڑایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تولیے سے اپنا بال رگڑ رہا تھا۔ مدیحہ ہیٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ جس بلڈنگ کی ٹیرس پہ موجود تھے۔ اسی بلڈنگ میں قاسم کا اپارٹمنٹ تھا۔ جس میں وہ دونوں بیٹھے نظر آرہے تھے۔ سفید اور نیلے رنگ کے کمبی نیشن کا یہ اپارٹمنٹ بہت خوبصورت تھا۔ مدیحہ کئی دفعہ یہاں آچکی تھی۔ وہ جب بھی یہاں آتی کھو سی جاتی تھی۔ ایسا لگژری اپارٹمنٹ وہ شاید اگلے پانچ سالوں تک افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کبیر اب کیا کرے گا؟" اس نے تولیہ صوفے پہ اچھالا پھر ابلتی ہوئی چائے کی جانب متوجہ ہوا۔ مدیحہ نے جل کر اسے دیکھا۔

"پکی سہیلی تو تم ہو اس کے پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ خود ہی جا کے پوچھ لو ناں۔"

"لو اب تم ناراض ہو رہی ہو۔ مجھے اپنی اس جنگ عظیم سے تم دونوں افراد دور ہی رکھو۔ میں تو دور سے پاپ کارن کھاتے ہوئے پکچر کا مزہ لوں گا۔" اس نے چائے کا کپ آگے بڑھایا۔ جسے مدیحہ نے تھام لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نہیں جانتی وہ کیا کرے گا۔اس نے مجھے وارن نہیں کیا۔اس نے نظیر انکل کو وارن کیا ہے۔مجھے تو سمجھ نہیں آتا وہ آخر چاہتا کیا ہے۔خیر یہ بھی میں تنوی کی ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گی۔"اس نے ایک سپ لیا۔مردوں کے ہاتھ سے بنی ہوئی چائے میں زیادہ ذائقہ کیوں ہوتا ہے؟

"تنوی... یہ محترمہ کون ہیں؟"اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ کون ہے۔"

ہاں میں بھی یہی پوچھ رہا ہوں۔وہ کون ہے؟"مدیحہ نے اسے گھورا۔

"میں بھی یہی بتا رہی ہوں۔وہ کون ہے۔سی او این۔کون۔"قاسم کو چند سیکنڈ لگے سمجھنے میں۔ جب سمجھ آئی وہ زور سے ہنسا۔

"پھر تو ملنا ہی پڑے گا۔"

"وہ تمہارے جیسے مردوں پہ دھیان نہیں دیتی۔اس لیے اس پہ ٹرائے مت کرنا۔"اس نے جیسے وارن کیا۔

"میں کیوں ٹرائے کروں؟ بڑی ہی کوئی گری سوچ ہے آپ کی۔" اس نے مسکرا کر کپ لبوں سے لگایا۔

"میری سوچ سے زیادہ گری ہوئی حرکتیں ہیں تمہاری۔ اس لیے بھئی مجھے تم پہ بھروسہ نہیں ہے اور بھروسہ تو خیر تنوی پہ بھی نہیں۔ دل پھینکنے میں وہ تم سے بھی دس ہاتھ آگے ہے۔ جواد پہ بھی گندی نظریں ہیں اس کی۔" قاسم کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

"ویسے یہ گری ہوئی حرکت کا الزام لگانے سے پہلے چھالے نہیں پڑے تمہارے منہ میں؟"

"نہیں۔" اس نے زبان باہر نکال کر اسے دکھایا۔ قاسم نے ہنستے ہوئے سر دائیں بائیں ہلایا۔ چند لمحے بعد مدیحہ وقت دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ رات کے ڈیڑھ بج رہے تھے۔ قاسم اسے پارکنگ تک چھوڑنے آیا۔

وہ چلی گئی تو قاسم واپس آ کر اپنی تیاری میں لگ گیا۔ اسے رات تین بجے ایک ریڈ کے لیے نکلنا تھا۔ آج وہ جلدی اس لیے بھی آ گیا تھا کہ چند گھنٹے سکون سے سو سکے۔ اب اگلے دو تین دن یوں

ہی گزر جائیں گے۔وہ سونے ہی لگا تھا جب مدیحہ کا میسج آیا کہ وہ چھت پہ ہے۔پھر وہ اب فارغ ہوا۔

اسے سخت نیند آرہی تھی۔ مگر وہ مدیحہ کے ساتھ آنکھیں کھولے بیٹھا رہا۔مدیحہ فاروق کے لیے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے پھر نیند کیا چیز ؟وہ تھک کر بیڈ پہ گر سا گیا۔

قاسم کے جاتے ہی مدیحہ کی آنکھیں اداس ہو گئی تھیں۔اپنی اذیتیں چھپانا اب مشکل ہو رہا تھا۔ پچھلے دس سالوں سے وہ یہی تو کرتی آرہی تھی۔ایک ماں باپ کا مرنا انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔اسے سینے پہ بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔کاش اس ایک وعدے کی زنجیر کو وہ توڑ سکتی۔رات بیتنے میں ابھی کافی وقت باقی تھا۔مدیحہ ہر جگہ سے فرار چاہتی تھی۔لیکن کاش ایسا ممکن ہوتا!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کانفرنس روم کے اندر موجود ایک لمبی میز کے گرد کئی افراد براجمان تھے۔کوئی اپنی فائل میں سر دیے بیٹھا تھا تو کوئی پروجیکٹر چیک کر رہا تھا۔کچھ آپس میں بیٹھے کسی بحث و مباحثہ میں مصروف تھے۔ساری آوازیں مل کر کمرے کے باہر ایک سرگوشی سی پیدا کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

سربراہی کرسی ابھی بھی خالی تھی۔اس کے دائیں طرف بشیر چچا بیٹھے تھے جو خوش نہیں نظر آ رہے تھے۔چچا کے عین سامنے فرحان بیٹھا موبائل پہ بٹن دبا رہا تھا۔

عین اسی وقت کوئی دروازہ کھول کر اندر آیا۔اونچی ہیلز پہ سادہ جامنی رنگ کی ساڑھی پہنے وہ بالوں کو کھلا چھوڑے ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی سربراہی کرسی پہ بیٹھی۔کمرے میں موجود لوگ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ادب سے نہیں زبردستی۔فرحان اور چچا ڈھیٹ بنے بیٹھے رہے۔

"تم کس خوشی میں کس لیے کھڑے نہیں ہوئے؟تمہارے باپ کا تو سمجھ آتا ہے۔ضعیف ہو گئے ہیں گھٹنوں کا مسئلہ ہو گا۔آئندہ جب تک میں اپنی کرسی نہ سنبھال لوں تم نہیں بیٹھو گے۔" وہ فرحان کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولی۔جواباً اس نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"ہماری محنت پہ تم ناگن کی طرح آ بیٹھی ہو اور تم چاہتی ہو میں تمہارے تلوے چاٹنا شروع کر دوں؟یہ سب کچھ میرا ہے۔میرے باپ نے بنایا ہے۔میں یہاں کا مالک ہوں اور مالک کبھی

www.novelsclubb.com

کسی کے لیے کھڑے نہیں ہوتے۔" مدیحہ دھیرے سے ہنسی۔ وہ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ باقی کے لوگ بس خاموشی سے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ خود پہ بشیر چچا کی چبھتی ہوئی نظریں آسانی سے محسوس کر سکتی تھی۔

"تمہارا باپ اتنے سالوں میں تمہیں پورا مرد نہیں بنا سکا۔ اتنی بڑی کمپنی کیا خاک بنائے گا۔" کئی دفعہ کہے جانے والی بات اس نے پھر دہرائی۔ پھر اسی طرح مسکرا کر اس نے سامنے بیٹھے افراد کو دیکھا۔

"ان سارے تکلفات کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹھ جائیں اور میٹنگ شروع کریں۔" اس نے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ابھی وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ سیکریٹری اندر آئی اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"میم آپ سے ملنے باہر کوئی آیا ہے۔ کہہ رہے ہیں اپنی میڈم سے کہنا ان کے پاس کچھ بہت ضروری ہے۔ جو وہ آپ کو دینا چاہتے ہیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

جاری ہے۔

(باقی آئندہ ماہ انشاءاللہ)

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: